بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

21 / 1 / 15

51

ص ۲۵۵

الحمد للہ العلیّ الاکبر، والصلاۃ والسلام علی النبیّ الانور، سیّد البشر، شفیع المذنبین یوم المحشر، وعلی آلہ الاطہر، وصحبہ المصابیح الغرر۔

القسم الثانی (دوسری قسم) الفعل وانواعہ (فعل اور اس کی قسمیں)

فعل کی مختلف اعتبار سے چند قسمیں ہیں۔ پس زمانہ کے اعتبار سے ماضی، مضارع اور امر، معنی کے اعتبار سے متعدی اور لازم، معنی کی ادائیگی کے اعتبار سے اگر کسی زمانے سے متعلق ہو تو فعل متصرف ہے یا متعلق نہ ہو تو فعل جامد ہے، معنی کے ناقص اور مکمل ہونے کے اعتبار سے فعل ناقص اور فعل تام، تعریف، برائی اور تعجب کے معنی کی انشاء پر دلالت کے اعتبار سے افعال مدح وذم اور افعال تعجب ہے، پس یہ باب (ابواب) آٹھ قسموں پر مشتمل ہے:

الباب الاول (پہلا باب) الفعل الماضی (فعل ماضی)

یہ باب فعل ماضی اور اس کے متعلقات پر مشتمل ہے۔ اس میں دو فصل ہیں:

فعل ماضی: اس فعل کو کہتے ہیں جو ایسی بات پر دلالت کرے جو زمانۂ تکلم سے پہلے والے زمانے میں واقع ہوئی ہو جیسے: کَتَبَ، اِجْتَمَعَ و تَعَلَّمَ۔ ۱۵۷

فعل ماضی کی علامات: اس کی دو خاص علامتیں ہیں: الاولی: فاعل کی تاء متحرک جیسے: کتبتُ متکلم کے لیے، کتبتَ مخاطب کے لیے اور کتبتِ مخاطبہ کے لیے ہے۔ الثانیۃ: تانیث کی تا جو اصلاً ساکن ہوتی ہے جیسے: قالتْ سعادُ جائزۃٌ۔ کسی غرض عارض کی بنا پر اس کو حرکت دینے میں کوئی حرج نہیں، جس طرح اس سے کوئی ساکن مل جائے تو تخلص (اجتماع ساکنین سے بچنے کے لیے) کے طور پر کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے جیسے: قرأتِ التلمیذۃ، لیکن اگر ساکن الف تثنیہ ہو تو تخفیف (آسانی کے لیے) کے طور پر فتحہ دیا جاتا ہے جیسے: المرأتان قالتا۔ اور کبھی اس تا کو ضمہ بھی دیا جاتا ہے جیسے: قالتُ امّۃٌ۔

پس اگر کوئی کلمہ ماضی کے معنی پر دلالت کرے اور دونوں تا سے کسی ایک کو بھی قبول نہ کرے تو پھر یا تو وہ اسم مشتق ہوگا ماضی کے معنی میں جیسے: اخی مُوَدِّعٌ صَدِیْقَہٗ اَمسِ" میں مُوَدِّعٌ یا اسم فعل ہوگا جیسے: ھَیْھَاتَ بَعُدَ کے معنی میں مثلاً: ھَیْھَاتَ یومُ العین اور شتّان افترق کے معنی میں جیسے: شتّان العادلُ والظالمُ"

الفصل الثانی (دوسری فصل) احوال بناء الماضی (ماضی کے مبنی ہونے کے احکام) ۱۵۸

فعل ماضی کا شمار مبنیات اصلیہ سے ہے، اس کے مبنی ہونے کے احکام تین ہیں، (۱) ایک حال میں فتحہ پر مبنی ہوگا، ایک حالت میں سکون پر اور ایک حالت میں ضمہ پر مبنی ہوگا

Scanned by CamScanner

۱- جب فعل ماضی سے کوئی شی متصل نہ ہو یا جب تاء تانیث یا الف تثنیہ متصل ہو تو ظاہری فتحہ پر مبنی ہوگا جیسے: عَادَ الْقَادِمُوْنَ وَقَاوَمَتْ مَرْيَمُ الْعَدُوَّ وَالْأَسِيْرَانِ هَرَبَا مِنَ الْمُعْتَقَلِ

* اور جب فعل ماضی معتل الفی ہو اور اس سے کوئی شی متصل نہ ہو تو اس کا آخر تقدیری فتحہ پر مبنی ہوگا جیسے: دَعَا مُدِيْرُ الْمَدْرَسَةِ الْأَسَاتِذَةَ إِلَى اجْتِمَاعٍ وَطَوَى لُبْنَانُ صَفْحَةَ الْحَرْبِ - اگر آخر میں حرف علت الف ہی ہو اور تانیث کی تا اس سے ملی ہوئی ہو تو الف کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا جائے گا اور الف محذوف تقدیری فتحہ پر مبنی ہوگا جیسے: دَعَتِ الدَّوْلَةُ الْمُهَجَّرِيْنَ لِلْعَوْدَةِ إِلَى مَسَاكِنِهِمْ، وَبَنَتْ مَسَاكِنَ حَدِيْثَةً لِمَنْ تَهَدَّمَتْ بُيُوْتُهُمْ -

* اگر فعل ماضی کے آخر میں 'واؤ' یا 'یا' حرف علت ہو تو صحیح الآخر کی طرح ظاہری فتحہ پر مبنی ہوگا خواہ تاء تانیث اس سے متصل ہو یا نہ ہو جیسے: سَرُوَ الرَّجُلُ، وَسَرُوَتِ الْمَرْأَةُ، وَبَقِيَ مَعِيَ الْوَلَدُ، وَنَسِيَتِ ابْنَتِي كِتَابَهَا فِي الْمَدْرَسَةِ -

۲- اگر آخر میں الف حرف علت ہو اور ضمیر مرفوع متحرک اس سے متصل ہو اور وہ الف تیسرے حرف کی جگہ ہو تو اس کو اس کی اصل 'واؤ' یا 'یا' کی طرف لے آتے ہیں جیسے: نَجَوْتُ مِنْ خَطَرٍ، وَبَنَيْتُ مَنْزِلًا. اور اگر الف چوتھے یا پانچویں حرف کی جگہ ہو تو اس کو یا سے بدل دیتے ہیں خواہ اس کی اصل واو ہو جیسے: نَجَّيْتَنِي، خواہ اصل یا ہو جیسے: اِشْتَرَيْتُ قَمِيْصًا
اور اگر آخر میں 'واؤ' یا 'یا' حرف علت ہو اور ضمیر مرفوع متحرک متصل ہو تو اس کا آخر سکون پر مبنی ہوگا جیسے: سَرُوْتُ وَرَضِيْتُ -

۳- اگر فعل ماضی سے واو جمع متصل ہو تو ضمہ پر مبنی ہوگا، اور وہ ضمیر مرفوع ساکن ہے - جیسے: المسافرون عادوا، اور اگر آخر میں الف حرف علت ہو تو یہ الف اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف ہو جائے گا اور واو سے پہلے فتحہ آجائے گا اور فعل میں الف محذوف تقدیری ضمہ پر مبنی ہوگا جیسے: المسلمون خَطَوْا خطوات ثابتة نحو السلم الأهلي ونأوا عن الحرب

اور اگر آخر میں 'واؤ' یا 'یا' حرف علت ہو تو آخر سے حرف علت کا حذف واجب ہے اور واو جمع کی مناسبت سے ماقبل پر ضمہ واجب ہے جیسے: أَهْلُكَ رَضُوْا عن البيت والأطفال نَسُوْا أَلْعَابَهُمْ -

Scanned by CamScanner

الباب الثانی (دوسرا باب)

الفعل المضارع (فعل مضارع کے بیان میں)

15 / 1 / 23
ق ۵

اس باب میں چھ فصلیں ہیں:

الفصل الاول: تعریف المضارع وعلاماته وما یتصل به:

(پہلی فصل، فعل مضارع کی تعریف اس کی علامات اور اس کے متعلقات کے بیان میں)

سبق ۱۵ الفعل المضارع: اس فعل کو کہتے ہیں جو ایسی بات پر دلالت کرے جو زمانۂ تکلم یا اس کے بعد واقع ہو جیسے: یقرأ، یقول۔

فعل مضارع کی علامات: اس کی علامت یہ ہے کہ وہ سین یا سوف یا لم یا لن کو قبول کرے جیسے سیقول، وسوف نجزی، ولما أکسل، ولن أتأخر۔

فعل مضارع اصل وضع کے اعتبار سے حال اور استقبال دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ حال اور استقبال سے کسی ایک کے لیے متعین نہیں ہے، چند معینات خاصہ سے اس کا تعین ہوتا ہے،

مضارع کے حال ہونے کے لیے معینات یہ ہیں (۱) ما نافیہ جیسے: ﴿وما تدری نفس ماذا تکسب غدا﴾ (لقمان-۳۴) (۲) إن نافیہ جیسے: ﴿إن أرید إلا الإصلاح﴾ (ھود: ۸۸)

(۳) لیس نافیہ جیسے: ولیس لی أقول إلا الواقع۔ (۴) لام ابتدا جیسے: ﴿إنی لیحزننی أن تذھبوا به﴾ (یوسف: ۱۳) (۵) الآن اور اس کے مثل جیسے: اسافر الآن او الساعة۔

مستقبل ہونے کے لیے معینات ذیل ہیں۔ ۱۔ سین جیسے: ﴿سیعلم الذین ظلموا أی منقلب ینقلبون﴾ (الشعراء: ۲۲۷) - ۲- سوف جیسے: سوف تندم علی کسلک۔ ۳۔ نواصب جیسے: لن ینجح الکسول۔ ۴۔ جوازم مضارع برخلاف لم اور لمّا کے جیسے: إن تسافر فالله یکون لك برعایته۔ - ۵ - تاکید کے دونوں نون (ثقیلہ وخفیفہ) جیسے: ﴿لیسجنن ولیکونا من الصاغرین﴾ (یوسف: ۳۲) - ۶- حروف ترجی جیسے: ﴿لعلی أبلغ الأسباب أسباب السموات﴾ (الغافر: ۳۶)

فائدہ: فعل مضارع جب طلب کے معنی کو متضمن ہو تو استقبال کے لیے متعین ہوگا جیسے: یرحمك الله

انقلاب المضارع للماضی (مضارع کا ماضی کی طرف پلٹنا)

تعریف الفعل المضارع

درج ذیل حروف کے لاحق ہونے سے فعل مضارع ماضی کے معنی میں ہو جاتا ہے:

۱- لم جازمہ جیسے: لم یقم بالواجب، وذرتك ولم تكن فی الدار۔

۲- لمّا جازمہ جیسے: لمّا یتم البستان، وقطفت الثمرة ولمّا تنضج۔

۳- ربما جیسے: وربما تكره ما فیه الخیر لك۔

وجہ تسمیہ: مضارع کو حرکات وسکنات اور تعداد حروف میں اسم کے مشابہ ہونے اور حال و استقبال دونوں کی صلاحیت رکھنے کی وجہ سے مضارع کہتے ہیں جیسے: یفھم وفاھم، ویلعب ولاعب، اسی لیے فعل مضارع معرب ہوتا ہے۔

پس اگر کوئی کلمہ مضارع کے معنی پر دلالت کرے لیکن اس پر لم داخل نہ ہو تو یا تو وہ اسم وصف ہوگا جیسے: أحل الآن أو غدا۔ یا اسم فعل ہوگا جیسے: أوه بمعنی أتوجع۔

Scanned by CamScanner

الفصل الثانی (دوسری فصل)

اعراب المضارع و بناؤہ (فعل مضارع کا معرب اور مبنی ہونا)

جب فعل مضارع جملہ میں واقع ہوتی یا تو وہ مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجزوم اور اس کا اعراب یا تو لفظی ہوگا یا تقدیری یا محلی۔

* فعل مضارع کے مرفوع ہونے کی علامت ظاہری ضمہ ہے جیسے: "یفوزُ المتقون" یا تقدیری ضمہ جیسے: "یعلو قدرُ من یقضی بالحق ویخشی ربَّہ"۔
* منصوب ہونے کی علامت ظاہری فتحہ ہے جیسے: لن اقولَ الا الحق یا تقدیری جیسے: لن اخشیٰ الا اللہ۔
* مجزوم ہونے کی علامت سکون ہے یا آخری حرف کا حذف جیسے: لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ (الاخلاص: ۳) ولم یسعَ، ولم یرمِ، ولم یدعُ۔

فائدہ: بیشک فعل مضارع حالت رفع میں ضمہ، حالت نصب میں فتحہ اور حالت جزم میں سکون کے ساتھ معرب ہوگا جبکہ صحیح الآخر ہو (یعنی مہموز یا معتل نہ ہو) اور آخری حرف سے کوئی چیز متصل نہ ہو

* پس اگر فعل مضارع کا آخری حرف حرف علت ہو اور کوئی شئی اس سے متصل نہ ہو تو حالت جزم میں آخری حرف حذف ہوجائے گا جیسے: لم یَسْعَ ولم یَرْمِ ولم یَدْعُ۔ فعل مضارع کے جزم کی علامت آخری حرف کا حذف ہوتی ہے۔
* اگر اس کے آخر میں الف تثنیہ یا واو جمع ہو یا یاء مخاطبہ ہو تو وہ معرب بالحرف ہوگا (یا بالحرکت نہ ہوگا) حالت رفع میں نون کے ساتھ جیسے: یکتبانِ ویکتبونَ وتکتبینَ" اور حالت نصبی اور جزمی میں نون کے حذف کے ساتھ جیسے: إن یلزموا معصیۃ اللہ، فلن تقولوا واجدا
* اگر نون تاکید یا نون نسوہ (نون تانیث) اس سے متصل ہو تو وہ مبنی ہوگا، نون تاکید متصل ہو تو فتحہ پر اور نون تانیث متصل ہو تو سکون پر مبنی ہوگا جیسے: لیکتبنَّ و لیکتبنْ، الفتیات یکتبن اور اب اس کا اعراب محلی ہوگا۔
* اگر نون تاکید بغیر فاصلے کے ملا ہوا نہ ہو، بلکہ ان دونوں کے درمیان واو جمع، الف تثنیہ یا یائے مخاطبہ کے ذریعہ فصل کر دیا گیا ہو تو وہ مبنی نہ ہوگا بلکہ معرب ہوگا حالت رفع میں نون کے ساتھ اور حالت نصب و جزم میں حذف نون کے ساتھ،

جیسے: لیکتبانِّ یا تقدیری ہو جیسے: لیکتبُنَّ و لتکتبِنَّ، اس لیے کہ اصل لیکتبوننَّ اور لتکتبیننَّ ہے، نون کو تین نون کے ایک ساتھ جمع ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا: ایک نون رفع اور دو نون تاکید، پھر واو جمع اور یائے مخاطبہ کو ضمیر اور نون مشددہ کے پہلے نون میں اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔

فائدہ:- نون تاکید مشددہ اگر الف تثنیہ کے بعد واقع ہو، تو الف باقی رہے گا اور نون رفع پے در پے تین نون آنے کے سبب حذف ہوجائے گا، پھر نون تاکید کو ضمیر تثنیہ کے اور نون رفع کے مشابہ ہونے کی وجہ سے کسرہ دیا جائے گا جیسے: لیکتبانِّ۔

Scanned by CamScanner

25 - 01 - 15
55

* اگر واو جمع یا یائے مخاطبہ کے بعد واقع ہو تو نون رفع کو تین نونوں کے اجتماع کی وجہ سے حذف کر دیا جائے گا۔ رہا واو اور یا اگر ان کے ماقبل کی حرکت فتحہ ہوگی وہ باقی رہیں گے، واو جمع کو ضمہ اور یائے مخاطبہ کو کسرہ دیا جائے گا اور اس کا ماقبل اپنی حالت پر باقی رہے گا جیسے: تخشَوُنَ اور ترضَیِنَ سے لَتَخشَوُنَّ و لَتَرضَیِنَّ۔

* اگر واو سے پہلے ضمہ اور یا سے پہلے کسرہ ہو تو وہ دونوں حذف ہو جائیں گے اجتماع ساکنین سے بچتے ہوئے، اور ان دونوں کے ماقبل کی حرکت برقرار رہے گی پس تکتُبُونَ، تکتُبِینَ، تغزُونَ اور تغزِینَ سے لَتَکتُبُنَّ و لَتَکتُبِنَّ و لَتَغزُنَّ و لَتَغزِنَّ۔

* اگر نون تاکید سے نون تانیث مل جائے تو ان دونوں کے درمیان الف کے ذریعہ فصل واجب ہے۔ تین نونوں کے اجتماع سے بچتے ہوئے جیسے: لیکتُبنانِّ۔ رہا نون خفیفہ تو وہ نہ تو نون جمع مؤنث کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں جس میں الف تثنیہ ہو۔ 14

الفصل الثالث: المضارع المرفوع و رافعہ (تیسری فصل فعل مضارع اور اس کا رافع)

فعل مضارع اگر نواصب و جوازم سے خالی ہو تو مرفوع ہوگا، اس کا رافع وہی ناصب و جازم سے خالی ہوتا ہے۔

پس فعل مضارع میں عامل رفع خالی ہونا ہے، وہی نواصب و جوازم سے خالی ہونا ہے جس سے وہ مرفوع ہوتا ہے، اور وہ عامل معنوی ہے جیسے اس کے منصوب اور مجزوم ہونے میں لفظی عامل ہے، کیوں کہ وہ لفظ میں ہوتا ہے۔

فعل مضارع یا تو لفظاً مرفوع ہوتا ہے یا تقدیراً جیسا گزرا - یا محلاً ہوتا ہے جبکہ وہ مبنی ہو جیسے: لَا یَجتَهِدَنَّ و الفتیات یجتهدْنَ۔

الفصل الرابع: المضارع المنصوب و نواصبہ (چوتھی فصل فعل مضارع اور اس کے ناصب)

فعل مضارع یا تو لفظاً منصوب ہوتا ہے یا تقدیراً جیسا کہ گزرا اور یا محلاً ہوتا ہے کہ جبکہ مبنی ہو جیسے: علی الامہات اَنْ یَعتَنِینَ بالاولاد" فعل مضارع سے پہلے اگر کوئی حرف ناصب آجائے تو وہ منصوب ہوتا ہے۔

مضارع کو نصب دینے والے حروف چار ہیں: اَن، لَن، کَی، اِذَن۔

1- اَن: وہ حرف مصدری، نصب اور استقبال ہے جیسے: یُرِیدُ اللّٰهُ اَنْ یُخَفِّفَ عَنکُم (النساء ۲۸) اس کو ان مصدریہ کہتے ہیں کیوں کہ وہ اپنے مابعد کے ساتھ مل کر مصدر کی تاویل میں ہو جاتا ہے پس مذکورہ آیت کی تاویل "یُرِیدُ اللّٰهُ التَّخفِیفَ عَنکُم" ہوگی۔ حرف نصب اس لیے کہتے ہیں کیوں کہ وہ مضارع کو منصوب کرتا ہے اور حرف استقبال اس لیے کہتے ہیں کہ یہ فعل مضارع کو مستقبل کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔

فائدہ: تمام نواصب مضارع فعل مضارع کو مستقبل کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں حالانکہ پہلے وہ (فعل مضارع) حال و استقبال دونوں کا احتمال رکھتا تھا۔

* أَنْ ایسے فعل کے بعد واقع نہیں ہوتا جو یقین اور علم جازم کے معنی میں ہو، پس اگر ایسے فعل کے بعد واقع ہو جائے جو یقین پر دلالت کرتا ہے تو وہ أَنّ مشددہ کا مخفف ہوگا اور اس کے بعد فعل مرفوع ہوگا جیسے: أَفَلَا يَرَوْنَ أَنْ لَا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا (طٰہٰ: ٨٩) یعنی أَنَّهُ لَا يَرْجِعُ۔

* اگر ایسے فعل کے بعد واقع ہو جو ایسے ظن یا شبہ ظن پر دلالت کرے جو رجحان پر دلالت کرتا ہے، پس اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں (١) ناصب مضارع ہو (٢) اَنّ مشددہ کا مخفف ہو اور دوسری صورت میں فعل مرفوع ہوگا جیسے: وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ (المائدہ: ٧١) تکون کے نصب کے ساتھ اس لیے کہ یہاں أَنْ ناصبہ ہے اور اگر اَنّ مشددہ کا مخفف ہو تو رفع کے ساتھ ہوگا۔ أَنْ اور فعل کے درمیان لا کے بغیر فصل ہو تو نصب راجح ہے جیسے: أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا (العنکبوت: ٢) اور اگر لا کے ساتھ ہو تو رفع و نصب دونوں جائز ہیں، جیسا کہ پہلی آیت میں ہے۔

فائدہ: اگر أَنْ اور فعل کے درمیان لا کے بغیر قد، سین یا سوف سے فصل ہو تو مشددہ رفع متعین ہے جیسے: ظَنَنْتُ أَنْ قَدْ تَقُومُ او أَنْ سَتَقُومُ او أَنْ سَوْفَ تَقُومُ۔

مضارع کو نصب دینے والا أَنْ حرف ایسے مقام پر استعمال ہوتا ہے جہاں امید ہو اور مابعد کے حصول کا لالچ ہو، پس أَنْ کا ظن اور شبہ ظن کے بعد واقع ہونا جائز ہے اور اس فعل کے بعد بھی جو یقین اور ظن پر دلالت نہیں کرتا، اور اُن کا افعال یقین اور علم جازم کے بعد واقع ہونا ممنوع ہے، کیونکہ ان افعال کا تعلق محقق سے ہے اس لیے اَنْ کا غیر محقق پر داخل ہونا مناسب نہیں ہے اور اس کا فعل تاکید پر داخل ہونا مناسب ہے اس لیے واجب ہے کہ وہ اَن جو واقع ہوا ہے وہ اَنّ مشددہ کا مخفف ہو جو تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔

۲- لَنْ: وہ حرف نفی، حرف نصب اور حرف استقبال ہے، وہ مستقبل کی نفی کرتا ہے اس طرح ہے جس طرح سین اور سوف اس کے اثبات میں ہے اور وہ نفی کی تاکید کا فائدہ دیتا ہے نہ کہ اس کی تابید (ہمیشگی) کا اور رہا ارشاد باری تعالیٰ "لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا" (الحج: ٧٣) تو اس میں ہمیشگی کا مفہوم لن کی وجہ سے نہیں بلکہ دلالت خارجیہ کی وجہ سے ہے، کیونکہ تخلیق (پیدا کرنا) اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور وہ (لن) سیبویہ اور اکثر نحویوں کے نزدیک ایک مستقل کلمہ ہے، خلیل اور کسائی کے نزدیک لا نافیہ اور اَن مصدریہ سے مرکب ہے، ہمزہ کو تخفیفاً

Scanned by CamScanner

حذف کر دیا گیا تو لاْنْ ہو گیا پھر الف کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا تو
لن باقی رہ گیا۔

ا۔ اِذن: حرف جواب و جزا، نصب اور حرف استقبال ہے جیسے: اِذن تفلحَ کہنا اس
شخص کے جواب میں جو کہے سأجتهدُ۔ سأجتهد

اس کو حرف جواب اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ ایسے کلام میں واقع ہوتا ہے جو کلام
سابق کا جواب بنے، اس کو حرف جزا کہتے ہیں کیونکہ وہ ایسے کلام میں داخل ہوتا ہے
جو کلام سابق کے مضمون کی جزا ہو۔

کبھی محض ایسے جواب کے لیے ہوتا ہے جس میں جزا نہ ہو جیسے آپ سے کوئی شخص کہے
"انی احبک" تو آپ کہیں گے "اِذَنْ اظنک صادقاً" تو اس میں آپ کا صدق کا
گمان اس کے قول "انی احبک" کی جزا بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

صحیح قول یہ ہے کہ وہ حرف بسیط ہے۔ اور کہا گیا ہے اس کی اصل اذا شرطیہ
ہے اس کی شرط کو حذف کر دیا گیا اور اس کے عوض میں تنوین لگادی گئی، اس کے
بعد وہ حروف کے قائم مقام ہو گیا، اور مضارع کو اس کے ذریعہ نصب دیا گیا، اس
لیے کہ اگر آپ سے کہا جائے اٰتیک، تو آپ کہیں گے "اِذن اکرمک" تو معنی یہ ہے "اذا جئتنی
یا "اذا کان الامر کذلک اکرمک" اور کہا گیا ہے کہ وہ اذا اور اَن مصدریہ سے مرکب
ہے تو مثال کا معنی یہ ہوگا "اذا اَن تأتینی اکرمک" پھر اس سے جواب جزا کا معنی ملادیا گیا

وہ فعل مضارع کو تین شرطوں کے ساتھ نصب دیتا ہے:

الاول: صدر کلام میں واقع ہو یعنی صدر جملہ میں اس طور پر کہ اس سے پہلے کوئی چیز ایسی
نہ ہو جس کا تعلق مابعد سے ہو اور یہ اس طور پر کہ اس کا مابعد ماقبل کی خبر ہو جیسے
اِنّا اِذَنْ اکافئک یا جواب شرط ہو جیسے: اِن تزرنی اِذَنْ اَزُورَکَ یا جواب قسم
ہو جیسے: واللہ اِذَنْ لا افعلُ" اگر آپ اذن کی تقدیم کے ساتھ "اِذن واللہ لا
افعلَ" کہیں تو فعل (اذن کے) صدر جملہ میں ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا۔

الثانی: اس کے بعد فعل خالص استقبال کے لیے ہو پس اگر آپ کہیں اِذن اظنک
صادقاً اس شخص کے جواب میں جو کہے انی احبک تو حال کی وجہ سے فعل مرفوع ہوگا

الثالث: فعل اور اذن کے درمیان قسم اور لا نافیہ کے علاوہ فاصل نہ ہو پس اگر
آپ کہیں اذن ھم یقولون بالواجب، اس شخص کے جواب میں جو کہے "یجود الاغنیاءُ
بالمال فی سبیل العلم" تو فعل بغیر فاصل جائزہ آنے کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔

وہ مثال جس میں تمام شرائط جمع ہوں جیسے: اِذن اَنتظرَکَ کہنا اس شخص کے
جواب میں جو کہے "سأزورک" تو اذن یہاں صدر کلام میں ہے، فعل اس کے بعد
خالص استقبال کے لیے ہے اور فعل اور اذن کے درمیان کوئی فاصل نہیں ہے۔

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فائدہ: اگر ان دونوں (فعل اور اذن) کے درمیان قسم یا لا نافیہ کے ذریعہ فصل ہوجاتا ہو تو منصوب ہوگا
پہلے کی مثال: "اِذَنْ واللہِ اُکرِمَکَ" اور حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا قول:
"اِذَنْ - واللہ - نرمیَہُمْ بحربٍ   تُشِیبُ الطِّفلَ من قبلِ المَشِیبِ -
دوسرے کی مثال: "اِذَنْ لا اجیئُکَ"۔ بعض نحویوں نے فعل اور اذن کے درمیان ندا
کے ذریعہ فصل ہونے پر نصب کو جائز قرار دیا ہے جیسے: "اِذَنْ یا ناصِرُ تنجحَ" اس کے جواب
میں جو کہ "سأجتھد" اور ابن عصفور نحوی نے ظرف اور جار مجرور کے ذریعہ فصل ہونے
پر بھی نصب کو جائز قرار دیا ہے جیسے: اِذَنْ یومَ الجمعۃِ اَجِیئَکَ" و "اِذَنْ بالجِدِّ
تَبلُغَ المَجْدَ"

بعض لوگ عمل کی تمام شرائط پائے جانے کے باوجود اذن کو مہمل قرار دیتے ہیں۔ یہ
بات سیبویہ نے بعض عرب سے سنی۔ اور قیاس بھی یہی ہے، اس لیے کہ حروف اس وقت
تک عمل نہیں کرتے جب تک کہ وہ خاص نہ ہوں اور اِذَنْ غیر مختص ہے کیونکہ وہ اسماء
و افعال دونوں پر برابر داخل ہوتا ہے جیسے: أَاَنتَ تُکرِمُ الیتیمَ؟ اِذَنْ اَنتَ رجلٌ کریمٌ۔

۴- کَیْ: یہ حرف مصدریہ، نصب اور حرف استقبال ہے - یہ اپنے مابعد سے مل کر مصدر
کی تاویل میں ہونے میں اَنْ کی طرح ہے جیسے آپ کہیں: "جِئتُ لِکَیْ اَتعلَّمَ" پس یہ اپنے
مابعد سے مل کر ایسے مصدر کی تاویل میں ہو جائے گا جو لام مقدر کے ذریعہ مجرور ہے یعنی
پس معنی ہوگا "جئتُ للتعلُّمِ"۔

الفصل الخامس: اضمار "اَنْ" الناصبۃ (پانچویں فصل اَنْ ناصبہ کا مقدر ہونا)

اَنْ، لن، کی، اذن میں سے اَنْ کو اس بات کے لیے خاص کر دیا گیا ہے کہ وہ فعل مضارع
کو ظاہری طور پر بھی نصب دے جیسے: "یریدُ اللہُ اَنْ یُخَفِّفَ عنکم" (النساء: ۲۸) اور
تقدیری طور پر بھی جیسے: "یریدُ اللہُ لِیُبَیِّنَ لکم" (النساء: ۲۶) یعنی لِاَنْ یُبَیِّنَ لکم۔
اَنْ دو طرح سے پوشیدہ ہوتا ہے (۱) جوازاً (۲) وجوباً

جوازی طور پر اَنْ چھ حروف کے بعد مقدر ہوتا ہے:

۱- لامِ کَی - اس کو لام تعلیل بھی کہتے ہیں، یہ وہ لام جارہ ہے جس کا ماقبل اپنے مابعد
کے لیے علت اور سبب ہوتا ہے جیسے: "اَسلمتُ لِاَدخُلَ الجنۃَ" کیونکہ اسلام دخول
جنت کا سبب ہے۔ اور لام کی کے بعد اَنْ مقدر ہونا جائز ہے جبکہ وہ لائے نافیہ یا
زائدہ سے ملا ہوا نہ ہو، پس اگر ان دونوں میں سے کسی ایک سے بھی ملا ہو تو اظہار واجب ہے
نافیہ کی مثال: لِئَلَّا یکونَ للنّاسِ علی اللہِ حُجَّۃٌ (النساء: ۱۶۵) اور زائدہ کی
مثال: لِئَلَّا یَعلَمَ اَھلُ الکتابِ (الحدید: ۲۹)

۲- لامِ عاقبت: یہ وہ لام جارہ ہے جس کا مابعد ماقبل کے لیے عاقبت و نتیجہ
ہوتا ہے نہ کہ اس کے حصول کی علت ہوتا ہے اور نہ ہی اس پر مقدم ہونے کا
سبب - جس طرح لام کی میں ہے

Scanned by CamScanner

اس کو لام صیرورت، لام مآل اور لام عاقبت بھی کہتے ہیں جیسے: فَالْتَقَطَهٗ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا (القصص: ۸)

بصریوں اور انکی اتباع کرنے والوں نے لام عاقبت کا انکار کیا ہے زمخشری نے کہا: تحقیق یہ ہے کہ وہ لام علت ہے اور تعلیل اس میں مجازی طور پر ہے حقیقی طور پر نہیں اور اسکی دلیل یہ ہے کہ آل فرعون نے ان کو (حضرت موسیٰ علیہ السلام) اس لیے نہیں اٹھایا تھا کہ وہ انکے دشمن اور غم کا سبب بنیں بلکہ اس لیے اٹھایا تھا تاکہ وہ انکو نفع دیں جیسا کہ فرعون کی بیوی کی زبانی قرآن میں آیا ظاہر ہے: قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا (القصص: ۹) لیکن ان کے اٹھانے کا انجام یہ ہوا کہ وہ انکے دشمن اور غم کا سبب ہوگئے، گویا کہ آل فرعون نے آپ کو اسی لیے اٹھایا۔

۳، ۴، ۵، ۶- واو، فا، ثُمَّ اور اَوْ عاطفہ، ان تمام حروف کے بعد فعل منصوب ہوتا ہے اَنْ کی تقدیر پر، جبکہ اس کا عطف اسم محض پر لازم ہو یعنی جو غیر مشتق ہو اور معنیٔ فعل سے خالی ہو، اس لیے کہ فعل کا عطف صرف فعل پر ہی ہوتا ہے یا ایسے اسم پر جو فعل کے معنی میں ہو یا اس کی تاویل میں ہو، جیسے: اسمائے افعال اور اسمائے صفات جو فعل کے معنی میں ہوں۔ لہذا فعل اگر ایسی جگہ واقع ہو جو محض اسم پر فعل کے عطف کا مقتضی ہو تو وہاں فعل اور حرف عطف کے درمیان 'اَنْ' کو مقدر مانا جائے گا اور مصدر مؤول 'اَنْ' کے ذریعہ اس سے پہلے اسم پر معطوف ہوگا۔

واو کی مثال: جیسے: اِعْتِرَافُكَ بِالْخَطَاءِ وَتَعْتَذِرَ خَيْرٌ مِّنْ اِصْرَارِكَ عَلَيْهِ" اس کی تاویل یہ ہے: اِعْتِرَافُكَ بِالْخَطَاءِ وَاِعْتِذَارُكَ خَيْرٌ مِّنْ اِصْرَارِكَ عَلَيْهِ اور جیسے لَوْلَا اللّٰهُ وَيَلْطُفَ بِيْ لَهَلَكْتُ" یعنی وَاَنْ يَّلْطُفَ بِيْ اور تاویل یہ ہے: لَوْلَا اللّٰهُ وَلُطْفُهٗ بِيْ۔

ثُمَّ کی مثال: يَرْضَى الْجَبَانُ بِالْهَوَانِ ثُمَّ يَسْلَمَ يعنی يرضى بالهوان ثم السلامة

اَوْ کی مثال: اَلْمَوْتُ اَوْ يَبْلُغَ الْاِنْسَانُ مَا اَمَّلَهٗ اَفْضَلُ يعنی الموت او بلوغه الأمل افضلُ" اور جیسے ارشاد باری تعالیٰ: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا (الشوریٰ: ۵۱) یعنی الا وحیا او ارسال رسول

پس اَنْ ان تمام حروف میں مقدر ہے، اور فعل اس کے ذریعہ منصوب ہے، اور وہ ایسے مصدر کی تاویل میں ہے جس کا عطف ما قبل اسم پر ہے، جیسا کہ آپ نے دیکھا

۲) اضمار "اَنْ" وجوبًا (اَنْ کا وجوبی طور پر مقدر ہونا)

وجوبی طور پر اَنْ پانچ حروف کے بعد مقدر ہوتا ہے:

۱- لامِ الجحود- بعض نے اس کو لامِ نفی کہا- یہ وہ لام جر ہے جو مَا کَانَ ناقصہ

یا لم یکن ناقصہ کے بعد واقع ہو جیسے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ (العنکبوت: ۴۰)
اور جیسے: لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ (النساء: ۱۶۸) پس اگر وہ دونوں تامہ ہوں
تو اس کے بعد اَنْ کا اظہار جائز ہے کیوں کہ وہ اس وقت لام تعلیل ہوگا جیسے: ما
كَانَ الْإِنْسَانُ لِيَعْصِيَ رَبَّهُ، أَوْ لِأَنْ يَعْصِيَهُ" یعنی ما وُجِدَ لِيَعْصِيَهُ.
مذکورہ دونوں آیتوں میں فعل ناقص ہے اور تقدیری عبارت یہ ہے" ما كَانَ
اللّٰهُ ثَابِتًا لِيَظْلِمَهُمْ، وَلَمْ يَكُنِ اللّٰهُ ثَابِتًا" اور تامہ نہیں ہے کیوں کہ پھر اس کی
تقدیر یہ صحیح نہیں ہے: "مَا وُجِدَ اللّٰهُ أَوْ مَا حَدَثَ وَلَمْ يُوجَدْ أَوْ لَمْ يَحْدُثْ"
کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حدوث سے بری ہے۔

۲- فاء سببیہ:- یہ وہ ہے جس کا ماقبل مابعد کے لیے سبب ہوتا ہے اور مابعد ماقبل کے
لیے مسبب ہوتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا
تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي (طٰہٰ: ۸۱)۔
فائدہ:- اگر فاء سببیت کے لیے نہ ہو، بلکہ پہلے والے فعل پر عطف کے لیے یا استئناف کے
لیے ہو تو فعل اس کے بعد اَنْ مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب نہیں ہوگا۔ بلکہ پہلی حالت
(عطف کی حالت) میں معطوف علیہ کے اعراب کے موافق ہوگا جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے
وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ (المرسلات: ۳۶) یعنی لیس ھناک اِذْنٌ لَهُمْ
وَلَا اعْتِذَارٌ مِنْهُمْ۔ اور دوسری حالت (استئناف کے لیے ہو) میں مرفوع ہوگا جیسے ارشاد
باری تعالیٰ ہے: (إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ یعنی: فَهُوَ يَكُونُ
إِذَا أَرَادَهُ" پس جملہ "یکون" فرمان باری تعالیٰ میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ ایک مستقل
جملۂ مستانفہ ہے۔

۳- واو معیت:- یہ وہ ہے جو مابعد کے ساتھ مل کر ماقبل کے حصول کا فائدہ دیتا ہے،
پس یہ بمعنی مع مصاحبت کا فائدہ دیتا ہے جیسے شاعر کا قول ہے:
لَا تَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَأْتِيَ مِثْلَهُ عَارٌ عَلَيْكَ - إِذَا فَعَلْتَ - عَظِيمُ
فائدہ: اگر واو معیت کے لیے نہ ہو بلکہ عطف کے لیے یا استئناف کے لیے ہو تو پہلی
حالت (عطف کی حالت) میں اس کا اعراب ماقبل کے موافق ہوگا جیسے: لَا تُكَذِّبْ
وَتُعَاشِرِ الْكَاذِبِينَ" یعنی وَلَا تُعَاشِرْهُمْ. اور دوسری حالت میں مرفوع
ہوگا جیسے: "لَا تَعْصِ اللّٰهَ وَهُوَ يَرَاكَ" یعنی وھو یراک. اور اس کا معنی یہ ہے:
هُوَ يَرَاكَ فَلَا تَعْصِهِ. پس واو یہاں نہ معیت کے لیے ہے اور نہ ہی عطف کے لیے
بلکہ وہ استئناف کے لیے ہے۔

+ وخلاصة القول (خلاصۂ کلام): فا اور واو کے بعد فعل کا اعراب قائل
کی مراد پر موقوف ہوتا ہے۔ اگر وہ (قائل) سببیت کا ارادہ کرے تو فعل منصوب

Scanned by CamScanner

ہوگا اور اگر عطف کا ارادہ کرے تو اعراب معطوف علیہ کے مطابق ہوگا۔ اور اگر نہ اس کا ارادہ کرے (سببیت) اور نہ اس کا (عطف) بلکہ جملۂ جدیدہ کے استئناف کا ارادہ کرے تو فعل مرفوع ہوگا۔ اور استئناف سے مراد جملوں کے درمیان معنوی ربط کو ختم کرنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد لفظی ربط کو ختم کرنا ہے یعنی اعراب۔

واو اور فا کے بعد اَن اسی وقت مقدر ہوتا ہے جبکہ وہ نفی یا طلب کے جواب میں واقع ہو۔ فا کے ساتھ نفی کی مثال "لم ترحمْ فترحمَ"۔ فا کے ساتھ طلب کی مثال "هل ترحمون فترحموا"۔ واو کے ساتھ نفی کی مثال "لا نأمُر بالخيرِ وتعرضَ عنهُ" واو کے ساتھ طلب کی مثال "لا تأمُروا بالخيرِ وتعرضُوا عنهُ"

اگر فا اور واو سے پہلے نفی یا طلب نہ ہو تو فعل مضارع مرفوع ہوگا اور اَن مقدر نہ ہوگا جیسے: يكرمُ الاستاذُ المجتهدَ فيخجلُ الكسلانُ اور جیسے: الشمسُ طالعةٌ ويتنزلُ المطرُ۔

نفی کی شرط یہ ہے کہ وہ نفی محض ہو، پس اگر اثبات کے معنی میں ہو تو اس کے بعد اَن مقدر نہ ہوگا اور فعل مرفوع ہوگا جیسے: "ما تزالُ تجتهدُ فتتقدّمُ" اس لیے کہ معنی ہے انت ثابتٌ على الاجتهادِ۔ اور جیسے: ما تجيئنا الا فنكرمُكَ" پس یہاں الا کے ذریعہ نفی ختم ہوگئی ہے۔ کیوں کہ معنی "اثباتُ المجئ" ہے یعنی آنے کا ثبوت۔

اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ نفی بالحرف جیسے: لم يجتهدْ فيفلحَ" یا بالفعل ہو جیسے: ليسَ البخيل محموداً فتقبلَ عليهِ" یا بالاسم ہو جیسے: الحالمُ غيرُ مذمومٍ فتنفرَ منهُ۔

نفی سے وہ تشبیہ ملحق ہوتی ہے جس سے مراد نفی و انکار ہوتا ہے جیسے: كأنكَ وائينُ فتطيعكَ۔ یعنی ما انتَ وائينا۔ اور اسی طرح وہ حرف جو تقلیل کا فائدہ دیتی ہے جیسے: قد يجودُ البخيلُ فيمدح۔ یا نفی کا فائدہ دیتی ہے جیسے: فلَّما تجتهدُ فتنجحَ۔

طلب سے مراد یہ ہے: امر حاضر یا امر غائب، نہی، استفہام، تمنی، ترجی، عرض اور تحضیض۔

وہ فعل جو واو اور فا کے بعد وجوبی طور پر اَن کے مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے وہ ایسے مصدر کی تاویل میں ہوتا ہے جس کا عطف فعل مقدم سے مصدر مسبوک پر ہوتا ہے۔ پس جب آپ کہیں گے "زُرني فاكرمَكَ"، ولا تنهَ عن خلقٍ وتأتيَ مثلَهُ" تو تقدیری عبارت یہ ہوگی "ليكنْ منكَ زيارةٌ فاكرامٌ منيّ إياكَ" ولا يكنْ منكَ نهيٌ عن خلقٍ واتيانُ مثلِهُ۔

فائدہ ۵: جان لو کہ یہ فا سببیہ طلب پر دلالت کے بعد ہو اور ساقط ہوجائے تو اس کے ساقط ہونے کے بعد فعل مجزوم ہو جائے گا۔ جبکہ مابعد سے ماقبل کے ربط کو باقی رکھنا مقصود ہو جیسے فعل شرط کا ارتباط اس کی جزا کے ساتھ ہے۔ اجتہد

Scanned by CamScanner

فتنجح میں اگر فا کو گرا دیا جائے تو اجتہد تنجح کہا جائے گا اور جیسے ارشاد باری تعالیٰ
ہے: قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ (الانعام - ۱۵۱) اور جیسے امرؤ القیس کا قول ہے
قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرَى حَبِيبٍ وَمَنْزِلِ بِسِقْطِ اللِّوَى بَيْنَ الدَّخُولِ فَحَوْمَلِ

۴- حتیٰ: یہ وہ حرف جارہ ہے جو الیٰ یا لام تعلیل کے معنیٰ میں ہوتا ہے۔ جیسے: قَالُوا لَنْ نَبْرَحَ عَلَيْهِ عَاكِفِينَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَىٰ (طٰہٰ: ۹۱) اور جیسے: أَطِعِ اللّٰهَ حَتَّى تَفُوزَ بِرِضَاهُ، تقدیری معنیٰ ہے: إِلَى أَنْ يَرْجِعَ وَلِتَفُوزَ۔ کبھی الّا کے معنیٰ میں ہوتا ہے جیسے مقنع کندی کا قول ہے:

لَيْسَ الْعَطَاءُ مِنَ الْفُضُولِ سَمَاحَةً حَتَّى تَجُودَ وَمَا لَدَيْكَ قَلِيلُ

یعنی اِلَّا أَنْ تَجُودَ۔ اور فعل اس کے بعد مصدر مجرور کی تاویل میں ہے۔ اَن مقدرہ کے ذریعہ فعل کے منصوب ہونے میں یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ فعل مستقبل ہو خواہ متکلم کے کلام کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہو یا ماقبل کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہو۔

پس اگر فعل سے معنیٰ حال مراد لیا جائے تو اَن اس کے بعد مقدر نہ ہوگا بلکہ فعل یقینی طور پر مرفوع ہوگا، کیوں کہ وہ مستقبل کے لیے بنایا گیا ہے۔ جیسے: نَامُوا حَتَّى مَا يَسْتَيْقِظُونَ اور جیسے: مَرِضَ زَيْدٌ حَتَّى مَا يَرْجُونَهُ "حتیٰ" اس جگہ حرف ابتدا ہو جائے گا اور فعل ناصب و جازم سے خالی ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔

حتیٰ ابتدائیہ: وہ حرف جس سے جملوں کی ابتدا ہوتی ہے اور جملہ اس کے بعد مستانفہ ہوتا ہے، اس کو اعراب سے کوئی جگہ نہیں ہوتی ہے۔

فعل کے حال ہونے کی علامت یہ ہے کہ حتیٰ کی جگہ فا کا رکھنا صحیح ہو تو جب آپ کہیں: نَامُوا فَلَا يَسْتَيْقِظُونَ، وَمَرِضَ زَيْدٌ فَلَا يَرْجُونَهُ۔ تو صحیح ہوگا۔

۵ أَوْ: اس کے بعد اَن اسی وقت مقدر ہوتا ہے جبکہ اِلیٰ یا اِلَّا استثنائیہ اس کی جگہ آسکے، پہلے کی مثال: لَأَنْتَظِرَنَّ أَخِي أَوْ يَجِيءَ یعنی۔ إِلَى أَنْ يَجِيءَ، دوسرے کی مثال: يُغْرَقُ الطِّفْلُ أَوْ أُنْقِذَهُ یعنی: إِلَّا أَنْ أُنْقِذَهُ۔

وہ فعل جو اَوْ کے بعد اَن مقدرہ کے ذریعہ منصوب ہوتا ہے اس کا عطف ایسے مصدر پر ہوتا ہے جس کو پہلے والے فعل سے سمجھا جاتا ہے۔ پہلی مثال کی تقدیر یہ ہوگی "لَيَكُونَنَّ مِنِّي انْتِظَارُ أَخِي أَوْ مَجِيئُهُ"۔ دوسری مثال کی تقدیر: يَكُونُ غَرَقُ مِنَ الطِّفْلِ أَوْ إِنْقَاذِي إِيَّاهُ

فائدہ: اِلیٰ یا اِلَّا کے ذریعہ اَو کی جو تاویل ہوتی ہے وہ ایسی تقدیر ہے جس میں معنیٰ کا لحاظ ہوتا ہے اعراب کا نہیں۔ اور رہی ترکیبی اعتبار سے تقدیر اعرابی تو وہ یہ ہے کہ اَو سے پہلے فعل ایسے مصدر کی تاویل میں ہو کہ اَو کے بعد اَن مقدرہ کے ذریعہ اس پر مصدر مسبوک کا عطف ہو جیسا کہ آپ نے دیکھا - اور اَو سے پہلے والا فعل مصدر کی تاویل میں ہو تاکہ اسم کا عطف فعل پر لازم نہ آئے۔ اور یہ ممنوع ہے، اسم سے مراد وہ مصدر ہے جو اَن مقدرہ کے ذریعہ بنایا گیا ہو۔

Scanned by CamScanner

اَن کے حذف کے شذوذ: اَن حرف ان ہی جملوں میں مقدر ہوتا ہے جن کا ذکر گزرا۔
کبھی اَن کا حذف اور کبھی اِن مواضع کے علاوہ اَن کے بعد فعل کا منصوب ہونا بیان کیا
گیا ہے۔ جیسے: مُرْهُ يَحْفِرَهَا و خُذِ اللِّصَّ قَبْلَ يَأْخُذَكَ اور کہاوت ہے۔
"تَسْمَعَ بِالْمُعَيْدِيِّ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَرَاهُ" اور شاعر کا قول ہے:
أَلَا أَيُّهَذَا اللَّائِمِي أَحْضُرَ الْوَغَى وَأَنْ أَشْهَدَ اللَّذَّاتِ هَلْ أَنْتَ مُخْلِدِي
یعنی: أَنْ يَحْفِرَهَا، وأَنْ يَأْخُذَكَ، وأَنْ تَسْمَعَ، وأَنْ أَحْضُرَ۔ یہ شاذ ہے قیاسی نہیں
فصیح یہ ہے کہ اَن کے حذف کے بعد فعل مرفوع ہو، کیوں کہ حرف ایک ضعیف
عامل ہے اگر وہ حذف ہو جائے تو اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔ اَن کے حذف کے بعد فعل
کے مرفوع ہونے کی مثال: وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا (الروم: ۲۴) اور
ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِّي أَعْبُدُ (الزمر: ۶۴) اصل: أَنْ يُرِيَكُمْ وأَنْ أَعْبُدَ ہے
الفصل السادس: المضارع المجزوم وجوازمه (چھٹی فصل مضارع مجزوم اور اس کے جوازم)
مضارع سے پہلے اگر کوئی حرف جازم آجائے تو مضارع مجزوم ہوتا ہے۔ اس کی دو
قسمیں ہیں (۱) حرف ایک فعل کو جزم دیتا ہے جیسے: لَا تَيْأَسْ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ (۲)
دو فعلوں کو جزم دیتا ہے جیسے: مَهْمَا تَفْعَلْ تُسْأَلْ عَنْهُ۔
مضارع کا جزم یا تو لفظی ہوگا جبکہ معرب ہو، جیسا کہ مثال دی گئی۔ یا محلی ہوگا جبکہ
مبنی ہو جیسے: لَا تَشْغَلَنَّ بِغَيْرِ النَّافِعِ۔ پس تَشْغَلَنَّ فعل مضارع مبنی بر فتحہ ہے
اور وہ لائے ناہیہ کے ذریعے محل جزم میں ہے۔ اس فصل میں دو بحث ہیں۔
المبحث الأول: الجازم فعلا واحدا (پہلی بحث ایک فعل کو جزم دینے والا)
ایک فعل کو صرف چار حروف جزم دیتے ہیں: لم، لما، لام امر اور لائے نہی اس کی تفصیل ہے
لم ولما: ان دونوں کو حرف نفی، حرف جزم اور حرف قلب کہتے ہیں، کیوں کہ وہ دونوں
مضارع کی نفی کرتے ہیں اس کو جزم دیتے ہیں اور زمانۂ حال اور استقبال کو ماضی
کی طرف پلٹ دیتے ہیں۔ اگر آپ کہیں: لَمْ أَكْتُبْ أو لَمَّا أَكْتُبْ تو معنی ہوگا کہ آپ
نے گزرے ہوئے زمانہ میں نہیں لکھا۔
لم اور لما کے درمیان چار طرح سے فرق ہوتا ہے:
۱- لم مطلق نفی کے لیے ہے یہ ضروری نہیں کہ اس کے منفی کی نفی زمانۂ حال تک کا دوام
ہو بلکہ دوام جائز ہے جیسے: لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (الاخلاص: ۳) اور عدم دوام بھی
جائز ہے اسی لیے یہ کہنا صحیح ہوگا "لَمْ أَفْعَلْ ثُمَّ فَعَلْتُ"۔
رہا لمّا تو وہ اس نفی کے لیے ہے جو زمانۂ ماضی کے تمام اجزا کو گھیرے ہوتا ہے،
یہاں تک کہ زمانۂ حال سے مل جاتا ہے۔ اسی لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے "لَمَّا أَفْعَلْ ثُمَّ فَعَلْتُ"
اس لیے کہ "لَمَّا أَفْعَلْ" کا معنی إِنَّكَ لَمْ تَفْعَلْ حَتَّى الْآنَ ہے اور "ثُمَّ فَعَلْتُ" اس کا

Scanned by CamScanner

لتقیض ہے۔ اس لیے اس کو حرف استغراق بھی کہتے ہیں اس لیے کہ نفی اس کے ذریعہ ماضی کے پورے زمانہ کو گھیر لیتی ہے

۲- لم کے ذریعہ کی گئی نفی میں حصول کی توقع نہیں ہوتی ہے جبکہ لمّا کے ذریعہ کی گئی نفی میں حصول کی توقع ہوتی ہے پس اگر آپ کہیں "لمّا اُسافِرْ" تو آپ کے سفر کا انتظار کیا جائے گا

۳- لم کا اداۃ شرط کے بعد واقع ہونا جائز ہے جیسے: اِن لَمْ تَجتَہِدْ تَندَمْ" جبکہ لمّا کا ادات شرط کے بعد واقع ہونا جائز نہیں ہے۔

۴- لمّا کے مجزوم کو حذف کرنا جائز ہے جبکہ کوئی دلیل اس پر دلالت کرے جیسے: قاربْتُ المدینۃَ ولمّا" یعنی ولمّا ادخلہا۔ لیکن لم کے مجزوم کو صرف اسی وقت حذف کرنا جائز ہے جبکہ کوئی ضرورت ہو جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔

احفَظْ وَدِیْعَتَكَ التی استودِعْتَها   یومَ الاعازِبِ اِنْ وصلتَ واِنْ لَمْ

یعنی وَاِنْ لَمْ تَصِلْ" اور ایک روایت کے مطابق اِنْ وُصِلْتَ مجہول ہے تو پھر تقدیری عبارت یہ ہوگی "وَاِنْ لَمْ تُوصَلْ"۔ عینی نحوی نے اس کو درست قرار دیا ہے۔

لامِ امر: اس کے ذریعہ احداث فعل طلب کیا جاتا ہے جیسے: لِیُنفِقْ ذُوسعۃٍ مِنْ سَعَتِہٖ (الطلاق: ۷)

لائے نہی: اس کے ذریعہ احداث فعل کا ترک طلب کیا جاتا ہے جیسے: وَلَا تَجعلْ یَدَكَ مغلولۃً الیٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبسُطْھا کُلَّ البَسطِ، فتقعُدَ ملُومًا مَحسُورًا۔ (الاسراء ۲۹)

فوائد

۱- فعل ماضی پر داخل ہونے والا لمّا نافیہ جازمہ نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ حِینَ کے معنی میں ہوتا ہے پس جب آپ کہیں "لمّا اجتہدَ اکرمتُہٗ" تو معنی ہوگا "حِینَ اجتہدَ اکرمتُہٗ" جب فعل مضارع سے حین کا معنی مراد ہو تو اس پر لمّا داخل کرنا غلطی ہے پس یہ نہیں کہا جائے گا "لمّا یجتہدُ اکرمتُہٗ" بلکہ یہ کہنا درست ہوگا "حِینَ یجتہدُ" اس لیے کہ لمّا فعل مضارع سے پہلے اسی وقت آتا ہے جبکہ وہ نافیہ جازمہ ہو۔

۲- لامِ امر مکسور ہوتا ہے مگر جب واو اور فا کے بعد ہو تو اکثر ساکن ہوتا ہے۔ جیسے: فَلْیَستَجِیبُوا لِی وَلْیُؤمِنُوا بِی (بقرہ: ۱۸۶) اور کبھی ثُمَّ کے بعد بھی ساکن ہوتا ہے، جیسے: ثُمَّ لْیَقضُوا تَفَثَھُم (الحج: ۲۹)

۳- فائدہ: اگر طلب فعل یا ترکِ فعل ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہو تو اس کو ادبًا دعا کہتے ہیں اور لامِ امر اور لائے نہی کو حرفِ دعا کہتے ہیں جیسے: لِیَقْضِ علینا ربُّكَ (زخرف: ۷۷) اور جیسے: ربَّنا لا تُؤاخِذْنا اِن نَسِینَا اَو اَخطَأنا (بقرہ: ۲۸۶) اسی طرح امر بالصیغہ کو فعل دعا کہتے ہیں جیسے: ربِّ اغفِرْ لِی (الاعراف: ۱۵)

المبحث الثانی: الجازم فعلین (دوسری بحث دو فعلوں کے جازم کے بیان میں)

عدا: امر بالصیغہ یعنی امر حاضر معروف ۔۔۔

Scanned by CamScanner

دو فعلوں کو جزم دینے والے کلمات گیارہ ہیں:

۱- اِنْ: جیسے: وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ (البقرۃ
۲۸۴) اور وہ (اِن) اس باب کی اصل ہے اور اس کے علاوہ جو دو فعلوں کو جزم
دیتے ہیں وہ سب اِن کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے ہے۔ پس اگر آپ کہیں "مَنْ یَزُرْ
نِیْ اُکْرِمْہُ" تو معنی "اِنْ یَزُرْنِیْ اَحَدٌ اُکْرِمْہُ" ہوگا۔

۲- اِذْمَا: جیسے: اِذْمَا تَکْسَلْ نَفْسُہٗ، اِذَا تَنَاوَبَ تُمَدَّحْ. یہ ایسا حرف ہے جو اِن کے
معنی میں ہوتا ہے اور باقی حروف اسماء ہیں جو اِن کے معنی کو متضمن ہوتے ہیں۔ اِذما
کی اصل "اِذَا" ظرفیہ ہے۔ ما زائدہ جو تاکید کے لیے ہے اس سے مل گیا تو وہ اِن کے
معنی میں ہوگیا اور اسی کے مثل حرف بن گیا، اس لیے کہ اس کا کوئی معنی نہیں ہے سوائے
اس کے کہ وہ جواب کو شرط کے ساتھ مربوط کر دیتا ہے برخلاف باقی تمام حروف کے کیو
نکہ ان کے ربط کے علاوہ دوسرے معانی ہیں، جن کو آپ عنقریب جانیں گے۔ جن لوگوں
نے اذما کو ایسا اسم قرار دیا ہے جس میں معنی ظرفیت معتبر ہے وہ مبرد، ابن سراج اور
فارسی نحوی ہیں۔

۳- مَن: یہ اسم مبہم عاقل ہے جیسے: مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ (النساء: ۱۲۳)
۴- ما: یہ اسم مبہم غیر عاقل ہے جیسے: وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْہُ اللّٰہُ (البقرۃ: ۱۹۷)
۵- مہما: یہ بھی اسم مبہم غیر عاقل ہے جیسے: وَقَالُوْا مَہْمَا تَاْتِنَا بِہٖ مِنْ اٰیَۃٍ لِّتَسْحَرَنَا بِہَا
فَمَا نَحْنُ لَکَ بِمُؤْمِنِیْنَ (الاعراف: ۱۳۲). صحیح یہ ہے کہ وہ یا تو "مَہ" ہے جو اسم فعل
امر ہے زجر و نہی کے لیے اور اس کا معنی ہے "اُکْفُفْ" اور ما جو متضمن بمعنی شرط ہے سے
مرکب ہے، پھر اس کو شرط و جزاء کے لیے ایک کلمہ بنا دیا گیا۔

۶- مَتٰی: یہ ظرف زمان ہے جو معنی شرط کو متضمن ہوتا ہے جیسے: مَتٰی تَعْتَذِرْ یُقْبَلْ اِعْتِذَارُکَ
۷- اَیَّانَ: یہ بھی ظرف زمان متضمن بمعنی شرط ہے جیسے: اَیَّانَ تَقْطَعِ اللّٰہَ یُسَاعِدْکَ۔ اس کی
اصل ہے "اَیَّ آنَ"۔ پس وہ اَیّ متضمن بمعنی شرط اور آن بمعنی حین سے مرکب ہے، پس وہ
دونوں ترکیب کے بعد شرط کے لیے ایک اسم بن گئے جو زمانہ مستقبل میں ہو اور مبنی علی الفتح ہے۔
۸- اَیْنَ: یہ بھی ظرف مکان ہے جو شرط کے معنی کو متضمن ہو جیسے: اَیْنَ تَنْزِلْ اَنْزِلْ اُکْرِ
اس کے بعد ما زائدہ جو تاکید کے لیے ہو آجاتا ہے جیسے: اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ
الْمَوْتُ (النساء: ۷۸)

Scanned by CamScanner

۹- أنّیٰ: اس کے ساتھ ما نہیں ہوتا ہے، یہ اسم مکان بمعنی شرط ہے جیسے: "أنّى تتجه في كشمير تجد جمالَ الطبيعة".

۱۰- حیثما: یہ بھی ظرف زمان ہے جو متضمن بمعنی شرط ہوتا ہے۔ صحیح قول کے مطابق یہ اسی وقت جزم دیتا ہے جبکہ 'ما' سے ملا ہوا ہو جیسا کہ شاعر کا شعر ہے:

حَيْثُمَا تَسْتَقِمْ يُقَدِّرْ لَكَ اللّٰهُ ... نجاحًا في غابرِ الأزمانِ

۱۱- أيٌّ: یہ اسم مبہم ہے جو متضمن بمعنی شرط ہوتا ہے۔ تمام ادوات شرط میں صرف یہی معرب ہوتا ہے، مفرد کی طرف اس کی اضافت لازم ہونے کے سبب، وہ مفرد جو ای کو اس حرف کی مشابہت سے دور کرتا ہے جو اسما کے مبنی ہونے کا تقاضہ کرتا ہے، پس حالت رفع میں اس کی مثال: أيُّ امرئٍ يخدمْ أمّتَه تخدمْه، حالت نصب میں: أيًّا ما تَدْعُوا فَلَهُ الأسماءُ الحُسْنىٰ (الاسراء: ۱۱۰) حالت جر میں: بأيِّ قلمٍ تكتبْ أكتبْ، وكتابَ أيٍّ تقرأْ أقرأْ۔

وہ مفرد کی طرف اضافت کے لیے لازم ہے۔ کبھی مضاف الیہ حذف ہو جاتا ہے اور اس کے بدلے ای پر تنوین آجاتی ہے جیسا کہ آیت کریمہ گزری ہے، کیونکہ اس کی تقدیر یہ ہے "أيَّ اسمٍ تدعوا" اور چوتھی مثال کی تقدیر یہ ہے "كتابَ أيِّ رجلٍ"۔

اور یہ جائز ہے کہ ای کے ساتھ ما زائدہ (جو تاکید کے لیے ہو) لاحق ہو جائے جیسا کہ مذکورہ آیت ہے اور ارشاد باری ہے: أَيَّمَا الأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ (القصص: ۲۸)

الشرط والجواب (شرط اور جواب)

شرط کے لیے ضروری ہے کہ وہ فعل خبری ہو، متصرف ہو اور قد، لن، ما نافیہ، سین یا سوف سے ملا ہوا نہ ہو۔

پس اگر ادوات شرط میں سے کسی ادات کے بعد اسم واقع ہو تو وہاں فعل مقدر ہوگا جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ" (توبہ: ۶) یہاں أحدٌ فعل محذوف کا فاعل ہے اور فعل شرط ہے اور جملہ "استجارك" جو مذکور ہے وہ فعل محذوف کی تفسیر کر رہا ہے۔

فعل خبری سے مراد یہ ہے کہ وہ امر و نہی نہ ہو اور نہ ہی ادوات طلب سے کوئی ادات اس سے پہلے ہو (ادوات طلب: استفہام، عرض، تحضیض) کیونکہ یہ تمام فعل شرط واقع نہیں ہوتے۔

جواب شرط کی اصل یہ ہے کہ وہ فعل شرط کی طرح ہو یعنی وہ شرط بننے کی صلاحیت رکھتا ہو، علاوہ ازیں وہ فعل کبھی جواب واقع ہوتا ہے جو شرط بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے پس اس صورت میں جواب شرط کو شرط سے مربوط کرنے کے لیے اس (جواب شرط) پر فا داخل کرنا ضروری ہے، اس صورت میں دونوں کے درمیان مناسبت لفظیہ نہ ہونے کے سبب اور جواب شرط ہونے کی وجہ سے جملہ پورا کا پورا محل جزم میں ہوگا۔

Scanned by CamScanner

اس فا کو جواب شرط اور جزا میں واقع ہونے کی وجہ سے فاء جواب یا فاء جزا کہتے ہیں۔ اور جواب کے شرط کے ساتھ ربط کی وجہ فاء ربط بھی کہتے ہیں۔ جواب شرط جملہ ہوتا ہے نہ کہ صرف فعل۔

۱۶۔ مواضع ربط الجواب بالفاء (فا کے ساتھ جواب کے ربط کے مواضع)

گیارہ جگہ جواب شرط کا فا کے ساتھ ربط ضروری ہے:

الاول: جواب جملہ اسمیہ ہو جیسے: وَاِنْ یَمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (انعام ۱۷)

الثانی: جواب فعل جامد ہو جیسے: اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا، فَعَسٰى رَبِّیْ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ (الکہف: ۳۹، ۴۰)

الثالث: جواب فعل طلبی ہو جیسے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

الرابع: جواب لفظی و معنوی طور پر ماضی ہو اس صورت میں ظاہری طور پر قد اس سے ملا ہوگا جیسے: اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ (یوسف: ۷۷) یا تقدیری طور پر قد متصل ہوگا جیسے: اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ یعنی فَقَدْ صَدَقَتْ

الخامس: جواب سے "ما" نافیہ ملا ہو جیسے: فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ (یونس

السادس: جواب لن سے متصل ہو جیسے: وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّكْفَرُوْهُ (آل عمران

السابع: جواب "سین" سے ملا ہو جیسے: وَمَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا (النساء: ۱۷۲)۔ (۷۲:

الثامن: جواب "سوف" سے ملا ہو جیسے: وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (توبہ: ۲۸) العیلۃ: محتاجی۔

التاسع: جواب "رُبَّ" سے شروع ہو جیسے: اِنْ تَجِئْ فَرُبَّمَا اَجِیْءُ"

العاشر: جواب "کانّما" سے شروع ہو جیسے: اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا (المائدہ: ۳۲)

الحادی عشر: جواب ادات شرط سے شروع ہو جیسے: وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَاءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ (الانعام: ۳۵) اور جیسے: مَنْ یُّجَاوِرْكَ فَاِنْ كَانَ حَسَنَ الْخُلُقِ فَتَقَرَّبْ مِنْهُ۔

اگر جواب شرط بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کو فا سے جوڑنے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ ان دونوں کے درمیان لفظی مناسبت ہے جو اس کو فا کے ربط سے بے نیاز کر دے گی۔ لیکن اگر جواب مضارع مثبت ہو یا منفی بلا ہو تو اس پر فا لگانا نہ لگانا دونوں صورتیں جائز ہیں۔ فا نہ لگانا زیادہ استعمال ہے جیسے: اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ (الانفال: ۱۹) فا کی مثال ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ

(اللہ منہ (المائدۃ: ۹۵) اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: فمن یؤمن بربہ فلا یخاف بخسا و لا رھقا (الجن: ۱۳)

کبھی فاء جواب کی جگہ 'اذا' فجائیہ آتا ہے جبکہ ادات شرط 'اِن' یا 'اِذا' ہو اور جواب جملہ اسمیہ خبریہ ہو اور ادات نفی یا اِنَّ سے ملا نہ ہو جیسے: وان تصبھم سیئۃ بما قدمت ایدیھم، اذا ھم یقنطون (الروم: ۳۶) اور جیسے: فاذا اصاب بہ من یشاء من عبادہ اذا ھم یستبشرون (الروم: ۴۸)۔

حذف فعل الشرط (فعل شرط کا حذف)

کبھی فعل شرط 'اِن لا' کے بعد حذف ہو جاتا ہے جیسے: تسکلم بخیر والّا فاسکت اور کبھی 'من لا' کے بعد حذف ہو جاتا ہے جیسے: من یسلم علیک فسلم علیہ ومن لا فلا تعبأ بہ۔ طلب کے بعد جواب کا واقع ہونا بھی فعل شرط کے حذف سے ہے جیسے: جِدّ تسُد۔ تقدیری عبارت یہ ہے: جِدّ فإن تجِدّ تسُد۔

++ حذف جواب الشرط (جواب شرط کا حذف)

اگر کوئی دلیل جواب شرط کے حذف پر دلالت کرے تو وہ حذف ہو جاتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ شرط ماضی ہو لفظی طور پر جیسے: أنت فائز إن اجتھدت۔ یا مضارع ہو اور اس پر 'لم' داخل ہو جیسے: أنت خاسر إن لم تجتھد۔ اور یہ کہنا جائز نہیں ہے "أنت فائز إن تجتھد" اس لیے کہ شرط نہ تو ماضی ہے اور نہ مضارع بلم ہے۔

جواب شرط جوازی طور پر حذف ہو جاتا ہے اگر کلام میں کوئی ایسا کلمہ نہ ہو جو جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو اور یہ اس طرح کہ شرط خود جواب کا پتہ بتا دے جیسے: فإن استطعت أن تبتغی نفقا فی الارض أو سلما فی السماء (الانعام: ۳۵) یعنی إن استطعت فافعل۔ یا اس طرح کہ شرط کلام کا جواب واقع ہو جیسے کوئی قائل کہے: أتکرم سعیدا؟ تو اس کے جواب میں آپ کہیں گے: إن اجتھد، یعنی إن اجتھد أکرمہ"۔

اگر جواب شرط پر دلالت کرنے والا معنوی طور پر جواب ہو تو جواب شرط وجوبی طور پر حذف ہو جاتا ہے اور اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ دلالت کرنے والا جواب شرط سے پہلے ہو جیسے: أنت فائز إن اجتھدت، یا اس کے بعد ہو، اور یہ اس طرح کہ شرط قسم اور جواب قسم کے درمیان ہو جیسے: واللہ - إن قمت - لا أقوم، یا اس کو گھیرے ہوئے ہو اس طور پر کہ شرط جواب پر دلالت کرنے والے دو جزوں کے درمیان ہو جیسے: أنت - إن اجتھدت - فائز۔

فائدہ: شرط جواب کا تقاضا کرتی ہے اسی طرح قسم بھی۔ اگر شرط اور قسم جمع ہو جائیں اور ان سے پہلے کوئی ایسا کلمہ نہ ہو جو خبر چاہتا ہے جیسے: مبتدا یا وہ جس کی اصل مبتدا ہو تو جواب پہلے آنے والے کا ہوگا اور دوسرے جملے کا جواب محذوف ہوگا جواب

Scanned by CamScanner

اول کے اس پر دلالت کرنے کے سبب۔ پس اگر آپ کہیں: "إن قمتَ - واللهِ - أقمْ" تو یہاں "أقمْ" جواب شرط ہے اور جواب قسم محذوف ہے، جواب شرط کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے۔ اور اگر آپ کہیں: "واللهِ - إن قمتَ - لأقومنّ"، تو "لأقومنّ" یہاں جواب قسم ہے اور جواب شرط محذوف ہے، جواب قسم کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے، ارشاد خداوندی ہے: قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا (الاسراء: ٨٨) پس یہاں جملہ "لا یأتون" جواب قسم ہے جس پر لام کے ذریعہ دلالت کی گئی ہے، کیوں کہ تقدیری عبارت یہ ہے: "واللهِ لئن اجتمعت" اور جواب شرط محذوف ہے جس پر جواب قسم دلالت کر رہا ہے۔

اگر شرط و قسم سے پہلے کوئی ایسا کلمہ آجائے جو اس کو خبر بنانا چاہتا ہے تو یہاں شرط و قسم سے کسی کا بھی جواب بن سکتا ہے، اگر آپ قسم کا جواب بنائیں تو کہیں گے "زیدٌ واللهِ إن یجتهدْ لَأکرمنّه" اور اگر آپ شرط کا جواب بنائیں تو کہیں گے "زیدٌ، واللهِ إن یجتهدْ أکرمْه"۔ کچھ علماء نے جواب شرط بنانا واجب قرار دیا ہے اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ جواب شرط بنانا زیادہ راجح ہے، خواہ شرط قسم سے پہلے ہو یا اس کے بعد۔ رہا یہ کہ اگر جواب و قسم سے پہلے خبر کا تقاضا کرنے والا کلمہ آجائے تو جواب پہلے کا ہوگا جیسا کہ مذکور ہوا۔

حذف الشرط والجواب معًا (شرط و جواب دونوں کا ساتھ میں حذف ہونا)

کبھی شرط و جواب دونوں ساتھ میں حذف ہو جاتے ہیں اور اداۃ باقی رہ جاتا ہے، اگر شرط و جواب پر کوئی دلیل ہو اور یہ ضرورت کے وقت شعر کے ساتھ خاص ہے

قالت بناتُ العمِّ یا سلمى وإنْ … كان فقيرًا معدمًا؟ قالت: وإنْ

یعنی: "وإنْ كان فقيرًا معدمًا ارتضيه"۔

اور کہا گیا ہے کہ نثر میں بھی جائز ہے، رہا یہ کہ اگر شرط و جواب کے متعلقات میں سے کچھ باقی رہ جائے تو شعر و نثر دونوں میں حذف کرنا جائز ہے جیسے: "من سلّمَ علیکَ فسلِّمْ علیه، ومن لا فلا" یعنی: "من لا یسلّمْ علیکَ فلا تسلّمْ علیه"۔ اور اسی تعلق سے ابو داؤد کی حدیث ہے: "من فعلَ فقد أحسنَ، ومن لا فلا"۔ یعنی "ومن لم یفعلْ فما أحسنَ"۔ اور جیسے: "الناسُ مجزیّون بأعمالِهم إن خیرًا فخیرًا، وإن شرًّا فشرًّا"۔ یعنی: "إن عملوا خیرًا فیُجزَون خیرًا وإن عملوا شرًّا فیُجزَون شرًّا"۔

یہ بھی کہنا جائز ہے: "إن خیرًا فخیرٌ وإن شرًّا فشرٌّ"۔ فا کے بعد رفع کے ساتھ اس لیے کہ وہ مبتدا محذوف کی خبر ہے، تقدیری عبارت یوں ہے "فجزاؤهم خیرٌ فجزاؤهم شرٌّ"۔ پس جملہ محل جزم میں مبتدا و خبر کا جملہ ہو جائے گا، کیوں کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وہ جواب شرط ہے۔

الجزم بالطلب (طلب کے ذریعہ جزم)

جب مضارع طلب کے بعد جواب جزا واقع ہو تو وہ مجزوم ہوگا، مثلاً امر، نہی، استفہام، عرض، تحضیض، تمنی، ترجی وغیرہ کے بعد واقع ہو جیسے: تعلّم تفزْ، لا تکسلْ تسُدْ، ھل تفعل خیراً توجرْ، ألا تزورنا تکنْ مسروراً. ھلّا تجتھد تنلْ خیراً، لیتنی اجتھدت أکنْ مسروراً، لعلک تطیع اللہ تفزْ بالسعادۃ۔

طلب کے بعد فعل إن محذوفہ مع فعل شرط کی وجہ سے مجزوم ہوتا ہے تو مذکورہ بالا مثالوں کی تقدیری عبارت یہ ہے: تعلّم تفز: تعلّم فإن تتعلّمْ تفزْ اسی طرح: ھل تفعل خیراً؟ توجرْ کی تقدیر یہ ہے: ھل تفعل خیراً؟ فإن تفعل خیراً توجرْ۔ اسی طرح باقی میں ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ فعل خود طلب کی وجہ سے مجزوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں معنی شرط ہوتا ہے۔

* فائدہ: طلب میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ امر، نہی، استفہام یا دوسرے طلب کے صیغوں میں سے کسی صیغے کے ذریعے ہو۔ بلکہ جملۂ خبریہ اگر معنیٔ طلب پر دلالت کرے تو اس کے بعد بھی فعل مجزوم ہوتا ہے جیسے: تُطیعُ أباک تلقَ خیراً یعنی أطِعْهُ تلقَ خیراً۔

* فوائد: جزم کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ امر لفظ فعل میں ہو، بلکہ اگر اسم فعل امر ہو تو بھی جزم جائز ہے جیسے: صَهْ عن القبیحِ تُؤْلَفْ۔

* طلب کے بعد فعل اسی وقت مجزوم ہوگا جبکہ جزا مقصود ہو، یعنی یہ بیان مقصود ہو کہ فعل اپنے ماقبل کا مسبب ہے، جس طرح جزا، شرط کا مسبب ہوتی ہے، اگر یہ مقصود نہ ہو تو رفع واجب ہے، اس لیے کہ وہاں شرط مقدر نہیں ہے جیسے: وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (المدثر: ٦) اور جیسے: فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي (مریم: ٥، ٦) اور جیسے: فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ (طہ: ٧٧) اور جیسے: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ (التوبۃ: ١٠٣)

اعراب الشرط والجواب (شرط و جواب کا اعراب)

شرط و جواب[ع۱] مضارع ہوتے ہیں یا دونوں ماضی ہوتے ہیں، یا پہلا ماضی اور دوسرا مضارع، یا پہلا مضارع اور دوسرا ماضی (یہ صورت قلیل ہے) یا پہلا مضارع یا ماضی اور دوسرا جملہ جو فا یا اذا سے ملا ہو۔

۱- اگر دونوں مضارع ہوں تو دونوں (جواب و شرط) مجزوم ہوں گے جیسے: إِن يَنتَهُوا يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ (الانفال: ٣٨)

ع۱: پہلے سے مراد شرط اور دوسرے سے مراد جواب ہے۔ ۱۲ م

اگر اوّل ماضی یا مضارع بلم ہو اور دوسرا مضارع ہو تو جواب مجزوم و مرفوع دونوں ہو سکتا ہے، اگر آپ رفع دیں تو جملہ محل جزم میں ہوگا، کیوں کہ وہ جواب شرط ہے۔ جزم زیادہ اچھا ہے اور رفع اچھا ہے۔ جزم کی مثال جیسے: مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ (ھود: ۱۵) رفع کی مثال جیسے زہیر بن ابی سلمی کا قول:

وَإِنْ أَتَاهُ خَلِيلٌ يَوْمَ مَسْغَبَةٍ ... يَقُولُ: لَا غَائِبٌ مَالِي وَلَا حَرِمُ

مضارع بلم کی مثال: إِنْ لَمْ تَقُمْ أَقُمْ۔ جزم کے ساتھ اور جیسے: إِنْ لَمْ تَقُمْ أَقُومُ۔ رفع کے ساتھ۔

۱۔ اگر اول مضارع اور دوم ماضی ہو (یہ صورت کم ہے) (یہ ضرورت کے وقت خاص نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے)۔ تو پہلے کا مجزوم ہونا لازمی ہے جیسا کہ حدیث پاک ہے: مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

- اگر ماضی شرط یا جواب واقع ہو تو محلاً مجزوم ہوگا جیسے: إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ (الاسراء: ۷)

۱- اگر جواب ایسا مضارع ہو جو فا سے متصل ہو تو اس کا مجزوم ہونا ممنوع ہے جیسے: وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ (المائدۃ: ۹۵) کیوں کہ عرب فا کے بعد رفع کو لازم جانتے ہیں۔ اور اس کا جملہ جواب شرط ہونے کی وجہ سے محل جزم میں ہوتا ہے۔

- اگر جواب ایسا جملہ ہو جو فا یا اذا سے متصل ہو تو جملہ جواب شرط ہونے کے سبب محل جزم میں ہوگا جیسے: إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ (الانفال: ۱۹) اور جیسے: وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ (روم)

إعرابُ أدواتِ الشرط (کلمات شرط کا اعراب)

ادوات شرط کی درج ذیل چار قسمیں ہیں:

- جو کلمات حرف ہیں: إِنْ اور إِذْمَا۔ إذما کے اختلاف کے ساتھ جیسا کہ گزرا۔
- وہ کلمات جو اسم مبہم متضمن بمعنی شرط ہیں: مَنْ، ما، مهما اور أيّ (مثلاً)۔ وہ کلمات جو ظرف زمان متضمن بمعنی شرط ہیں: أين، أنّى، أيّان اور متى (الم)۔ وہ کلمات جو ظرف مکان متضمن بمعنی شرط ہیں، اس میں اور حیثما ہے۔ کا ظرف مکان متضمن بمعنی شرط

(۵) پس وہ کلمات جو زمان یا مکان پر دلالت کرتے ہیں وہ فعل شرط کا مفعول فیہ ہونے کے سبب محلاً منصوب ہوں گے۔ مَنْ اور مَهْمَا۔ اگر فعل شرط مفعول بہ طلب کرے تو یہ دونوں اس کے مفعول بہ ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہوں گے جیسے: مَا تُحَصِّلْ فِي الصِّغَرِ تَنْفَعْكَ فِي الْكِبَرِ۔ مَنْ تُجَادِلْ فَأَحْسِنْ إِلَيْهِ۔ مهما تفعلْ تُسْأَلْ عنه۔

Scanned by CamScanner

پس وہ مبتدا ہونے کے سبب
محلاً مرفوع ہوگا، جملہ شرط اس کی خبر ہوگی جیسے: ما یجئ به الفتی، فلا مفرّ منه
من یجئ یجده. مهما ینزل بك من خطب فاحتمله. ما تفعله تلقه، من تلقه
فسلّم علیه. مهما تفعلوه تجدوه"۔

ای اپنے مضاف الیہ کے مطابق ہوتا ہے، پس اگر ای کی اضافت زمان یا
مکان کی طرف کی جائے تو وہ مفعول فیہ ہوگا جیسے: أیَّ یوم تذهب أذهب
أیَّ مکان تسکن أسکن" اور اگر اس کی اضافت مصدر کی طرف ہو تو وہ
مفعول مطلق ہوگا جیسے: "أیَّ اکرام تکرم" اور اگر غیر ظرف اور مصدر کی طرف کی
جائے تو اُن دونوں کا حکم "من، ما اور مہما" کی طرح ہوگا، پس ای مفعول بہ ہوجائے گا
جیسے: "أیَّ کتاب تقرأ تستفد". اور مبتدا ہوجائے گا جیسے: أیُّ رجلٍ یجئ یستفد
أیُّ رجلٍ یخدم امتهٔ تخدمه"۔

تمام کلمات شرط مبنی ہیں سوائے ای کے وہ مفرد کی طرف اضافت لازم
ہونے کے سبب معرب ہے، جیسا کہ آپ نے دیکھا۔

الباب الثالث: (تیسرا باب) فعل الامر (فعل امر)

اس باب میں دو فصلیں ہیں: پہلی فصل فعل امر اور اس کی علامات کے بیان میں ہے
فعل امر: وہ فعل ہے جو فاعل مخاطب کی جانب سے زمانہ مستقبل میں بلا
لام امر کے داخل ہوئے وقوع فعل کے طلب پر دلالت کرے جیسے: اُکتب، اجتهد، تعلّم
فعل امر کی خاص علامات: فعل امر کا بالذات طلب پر دلالت کرتے ہوئے یائے
مخاطبہ کو قبول کرنا جیسے: احفظی، یا اس کا بالصیغہ طلب پر دلالت کرتے ہوئے نون
تاکید کو قبول کرنا جیسے: اجتهدنّ۔ پس اگر کوئی کلمہ نون تاکید کو قبول کرے لیکن
بالصیغہ طلب پر دلالت نہ کرے تو وہ فعل مضارع ہوگا جیسے ارشاد باری تعالی ہے: ولتأت
طائفة أخرى لم یصلّوا فلیصلّوا معك (النساء: ۱۰۲) پس "لتأت" اور "لیصلّوا"
دونوں فعل مضارع باللام طلب پر دلالت کر رہے ہیں نہ کہ بالصیغہ۔
اگر کوئی کلمہ طلب پر دلالت کرے لیکن نون تاکید کو قبول نہ کرے تو وہ اسم فعل
ہے جیسے: نزالِ بمعنی انزل"۔

الفصل الثانی: احوال بناء الامر (دوسری فصل فعل امر کے مبنی ہونے کے بیان میں)

فعل امر کے مبنی ہونے کے احوال چار ہیں:

۱- اگر فعل امر سے کچھ متصل نہ ہو یا نون جمع مؤنث متصل ہو تو وہ سکون پر مبنی ہوگا
جیسے: إلعبْ، إلعبْنَ۔

۲- اگر اس (فعل امر) سے نون تاکید خفیفہ یا ثقیلہ متصل ہو تو وہ فتحہ پر مبنی ہوگا

جیسے: اِرْضَعَنَّ رَأيَهٗ وَطَيْكَ وَقَاوِمَنَّ الْحَادِثَةَ۔

۱- اگر اس کے آخر میں حرف علت ہو تو وہ حرف علت کے حذف پر مبنی ہوگا جیسے: اُدْعُ اللّٰهَ يَسْتَجِبْ لَكَ۔ اگر فعل کے آخر میں 'واؤ' یا 'یا' حرف علت ہو اور نون تاکید اس سے متصل ہو تو حرف علت واپس آ جائے گا اور ہر ایک کا فتحہ ظاہر ہو جائے گا جیسے: اُدْعُوَنَّ اللّٰهَ وَابْنِيَنَّ بَيْتًا۔ اور اگر فعل امر کے آخر میں حرف علت 'الف' ہو تو نون تاکید داخل ہونے کی صورت میں 'یا' سے بدل جاتا ہے اور 'یا' پر فتحہ ظاہر ہوتا ہے جیسے: اِسْعَيَنَّ فِي رِزْقِكَ۔

۱- اگر فعل امر الف تثنیہ، واو جمع یا یائے مخاطبہ سے متصل ہو تو وہ حذفِ نون پر مبنی ہوتا جیسے: اُنْظُرَا، اُنْظُرُوا، اُنْظُرِي۔

فائدہ: فعل امر کے ساتھ نون تاکید ثقیلہ و خفیفہ کا حکم وہی ہے جیسا کہ فعل مضارع کے ساتھ ہے (جیسا کہ گزرا)

الباب الرابع: المتعدی واللازم (چوتھا باب: متعدی اور لازم کے بیان میں)

یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے:

الفصل الاول: تعریف المتعدی واللازم وتوضیحہما (پہلی فصل لازم اور متعدی کی تعریف اور اس کی تشریح کے بیان میں)

فعل اپنے معنی کے اعتبار سے لازم اور متعدی کی طرف منقسم ہوتا ہے:

فعل متعدی: وہ فعل ہے جس کا اثر فاعل سے بڑھ جائے اور مفعول بہ کی طرف تجاوز کر جائے جیسے: فَتَحَ طَارِقٌ الْاَنْدَلُسَ۔ وہ ایک فاعل کا محتاج ہوتا ہے جس سے فعل واقع ہو اور ایک مفعول کا جس پر فعل واقع ہو۔ اس کو فعلِ واقع بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ مفعول بہ پر واقع ہوتا ہے اور فعلِ مجاوز کہتے ہیں کیونکہ یہ فاعل سے بڑھ کر مفعول بہ کی طرف تجاوز کر جاتا ہے۔

علامت: اس کی علامت یہ ہے کہ وہ اس ضمیر کو قبول کرے جو مفعول بہ کی طرف لوٹتی ہے جیسے: اِجْتَهَدَ الطَّالِبُ فَاَكْرَمَهٗ اُسْتَاذُهٗ۔

فعل لازم: وہ فعل ہے جس کا اثر فاعل سے نہ بڑھے اور نہ ہی مفعول بہ کی طرف تجاوز کرے، بلکہ صرف فاعل میں رہے جیسے: ذَهَبَ سَعِيدٌ وَسَافَرَ خَالِدٌ۔ یہ ایک فاعل کا محتاج ہوتا ہے اور مفعول کی اسکو حاجت نہیں ہوتی، اس لیے کہ وہ فاعل سے نکلتا ہی نہیں کہ اس کو مفعول بہ کی حاجت ہو۔ اس کو فعلِ قاصر بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ مفعول بہ سے قاصر ہوتا ہے اور صرف فاعل پر اکتفا کرتا ہے۔ اور فعل غیر واقع کہتے ہیں کیونکہ وہ مفعول بہ پر واقع نہیں ہوتا اور فعل غیر مجاوز بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ فاعل سے تجاوز نہیں کرتا ہے۔ فعل لازم سے ہی افعال سجایا یعنی افعال طبائع ہیں جیسے: جَبُنَ وَشَجُعَ۔ اور

افعال ہیئات جیسے: طال و قصُر. اور افعال الوان جیسے: اخضرّ، احمرّ اور
افعال فرح و حزن جیسے: فرِح و حزِن. اور افعال نظافت اور وساخت جیسے: نظُف
و قذِر. یوں ہی جب وہ مطاوعہ اور متعدی لواحد کے اثر کو قبول کرے جیسے: دحرج
جتُ الکرۃ فتدحرجت. اسی طرح سے جو "فعلّ" کے وزن پر ہو جیسے: اقشعرّ، افعنلل
انعتر جیسے: احرنجم. یا اس کو مدح و ذم کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے "فعُل" کی طرف
پھیر دیا ہو جیسے: فهُم التلمیذ.

الفصل الثانی: المتعدی بنفسہ والمتعدی بغیرہ (دوسری فصل متعدی بنفسہ اور متعدی بغیر نفسہ کے بیان میں)

متعدی بنفسہ: وہ متعدی ہے جو بغیر حرف جر کے واسطے کے مفعول بہ تک پہنچے جیسے: بریتُ القلم. اس کے مفعول کو صریح کہتے ہیں۔

متعدی بغیر نفسہ: وہ متعدی ہے جو حرف جر کے واسطے سے مفعول بہ تک پہنچے جیسے: ذهبتُ بك " بمعنی "اذهبتك". اس کے مفعول کو غیر صریح کہتے ہیں۔

اور کبھی متعدی ایسے دو مفعولوں کو لیتا ہے جس میں ایک صریح اور دوسرا غیر صریح ہوتا ہے جیسے: أدّوا الامانات الی أھلہا. اس میں "امانات" مفعول بہ صریح ہے اور "اهل" مفعول بہ غیر صریح ہے اور وہ (اھل) حرف جر کے سبب لفظاً مجرور ہے اور مفعول بہ غیر صریح ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔

الفصل الثالث: أقسام المتعدی (تیسری فصل متعدی کی قسموں کے بیان میں)

فعل متعدی کی تین قسمیں ہیں: (۱) متعدی بیک مفعول (۲) متعدی بدو مفعول (۳) متعدی بسہ مفعول. پہلی والی صورت اکثر استعمال ہے۔

المبحث الاول: المتعدی الی مفعولین (پہلی بحث متعدی بدو مفعول کے بیان میں)

متعدی بدو مفعول کی دو قسمیں ہیں:

۱- وہ قسم جو دو مفعولوں کو منصوب کرتی ہے لیکن انکی اصل مبتدا و خبر ہونا نہیں ہے
۲- وہ قسم جو دو مفعولوں کو نصب دیتی ہے اور انکی (یعنی مفاعیل) اصل مبتدا و خبر ہوتی ہے

پہلی کی مثال جیسے: أعطی وسأل ومنح ومنع وکسا وألبس وعلّم جیسے:
أعطیتك کتاباً. منحتُ المجتهدَ جائزةً. منعتُ الکسلانَ النومَ. کسوتُ الفقیرَ ثوباً. ألبستُ المتهمَ وساماً. علّمتُ سعیداً الأدبَ.

دوسری قسم کی پھر دو قسمیں ہیں: (۱) افعال قلوب (۲) افعال تحویل۔

۱۲۱۴ النوع الاول: افعال القلوب (پہلی نوع افعال قلوب کے بیان میں) ۱۵

افعال قلوب جو متعدی بدو مفعول ہیں وہ کل چودہ ہیں: رأی، علم، دری، وجد، ألفی، تعلّم، ظنّ، خال، حسب، جعل، حجا، عدّ، زعم اور هبْ

Scanned by CamScanner

ان افعال کو افعال قلوب کہتے ہیں کیوں کہ ان کا ادراک حسِ باطن سے ہوتا ہے پس مذکورہ افعال کے معانی کا تعلق دل سے ہے - اور ایسا نہیں ہے کہ ہر فعل قلب دو مفعولوں کو نصب دے بلکہ کچھ فعلِ قلب ایسے ہیں جو ایک مفعول کو نصب دیتے ہیں جیسے: عَرَفَ اور فَهِمَ اور کچھ ایسے ہیں جو لازم ہوتے ہیں جیسے: حَزِنَ جَبُنَ۔

افعال قلوب کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک وہ جو یقین یعنی اعتقاد جازم کا فائدہ دیتا ہے (۲) دوسری وہ ہے جو ظن یعنی وقوعِ امر کے رجحان کا فائدہ دیتا ہے۔

۱- افعال الیقین ستة: (افعال یقین چھ ہیں)

الاول: رأی - بمعنی علم واعتقد جیسے: رأیتُ الحملَ عدوَّ صاحبِه۔

اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ یقین حسبِ واقع ہو یا حسبِ اعتقادِ جازم اگرچہ واقع کے مخالف ہو کیوں کہ وہ یقین معتقد کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہے اور یہ دونوں ہی امر اس ارشاد باری تعالیٰ میں جمع ہیں: انھم یرونه بعیداً ونراه قریباً (المعارج: ۶،۷) یعنی: إنھم یعتقدون أن البعثَ ممتنع، ونعلمه واقعاً۔ اور بُعد کی تفسیر امتناع سے بھی کی گئی ہے، کیوں کہ عرب بُعد کو امتناع اور قرب کو حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

اور رأی یقینیہ (جو یقین کا فائدہ دیتا ہے) کی طرح "رأی حُلمیہ" ہے جس کا مصدر "الرؤیا" ہے، پس وہ دو مفعولوں کو نصب دیتا ہے، کیوں کہ یہ حسِ باطن کے ذریعہ ادراک کرنے کے اعتبار سے اس کے مثل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: إنّی أرانی أعصرُ خمراً (یوسف: ۳۶) پس مفعول اول یاء متکلم ہے اور مفعول ثانی جملہ "أعصرُ خمراً" ہے۔

اور اگر رأی بصریہ ہو یعنی "أبصر ورأی" کے معنی میں ہو تو وہ متعدی بیک مفعول ہوگا۔ اور اگر "أصابة الرئة" کے معنی میں ہو جیسے: ضربه فرآه" یعنی: أصاب رئته" تو یہ بھی متعدی بیک مفعول ہوگا۔

الثانی: "علم" جو اعتقد کے معنی میں ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: فإن علمتموهنّ مؤمنات (الممتحنة: ۱۰) اور جیسے: علمتُ الصدقَ منجیاً۔

پس اگر "عرف" کے معنی میں ہو تو متعدی بیک مفعول ہوتا جیسے: علمتُ الأمرَ یعنی "عرفته" اور اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: واللہُ أخرجکم من بطون أمهاتکم لا تعلمون شیئاً (النحل: ۷۸) اور اگر "شعر، احاط، ادرك" کے معنی میں ہو تو یا تو بالذات متعدی بیک مفعول ہوگا یا 'با' کے ذریعہ جیسے: علمتُ الشیءَ وبالشیءِ

الثالث: دری بمعنی "علم اور علم اعتقاد" جیسے: دریتُ التکافلَ بین الناس أساسَ المجتمع. اور اکثر استعمال یہ ہے کہ وہ 'با' کے ذریعہ متعدی بیک

مفعول ہوگا جیسے: "دریتُ بہ"۔
پس اگر "ختل" یعنی "خدع" کے معنی میں ہو تو بالذات متعدی بیک مفعول ہوگا جیسے
دریتُ الصیدَ یعنی: ختلتُہ وخدعتُہ۔ اور اگر "حکّ" کے معنی میں ہو تو بھی متعدی
بیک مفعول ہوگا جیسے: "دریتُ راسَہ بالمدریٰ" یعنی "حککتُ بہ"۔

الرابع: تعلّم۔ صیغۂ امر کے ساتھ۔ "اعلم، اعتقد" کے معنی میں جیسے: تعلّمْ اجتہادک
طریقَ نجاحک۔ اس کا کثیر استعمال "اَنّ" اور اس کے صلہ کے ساتھ ہے جیسے کہ قول
تعلّمْ رسولَ اللہِ أنّک مدرکی   واَنّ وعیداً منک کالأخذ بالید
اور اگر وہ "تعلّم الشیءَ" سے امر ہو جو "اتقنہ وعرفہ" کے معنی میں ہے تو وہ متعدی
بیک مفعول ہوگا جیسے: تعلّموا العربیۃَ وعلّموہا الناسَ۔

الخامس: "وجد" بمعنی "علم واعتقد"۔ اس کا مصدر وجود اور وجدان ہے۔ جیسے:
وجدتُ الصدقَ زینۃَ العقلاءِ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: وإن وجدنا اکثرَ
ھم لفٰسقین (الاعراف: ۱۰۲)
پس اگر "وجد" علم اعتقادی کے معنی میں نہ ہو تو اس باب سے نہ ہوگا۔ اس کی مثا
ل جیسے: وجدتُ الکتابَ وجوداً ووجداناً یعنی أصبتُہ وظفرتُ بہ بعد
ضیاعہ۔ اور جیسے "وجدَ علیہ موجدۃً" یعنی حقد علیہ وغضب۔ اور جیسے "وجدَ
بہ وجداً" یعنی حزن بہ، واحبّہ۔ کہا جاتا ہے: "لہ بأصحابہ وجد" یعنی محبۃ
اور جیسے: وجدَ جِدۃً یعنی "استغنی غنیً یأمن بعدہ الفقر"۔

السادس: "الفی" بمعنی "علم واعتقد" جیسے: الفیتُ قولک صواباً۔
پس اگر وہ "اصاب الشیء وظفر بہ" کے معنی میں ہو تو متعدی بیک مفعول ہوگا
جیسے: الفیتُ الکتابَ۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: والفیا سیدہا لدی الباب (یوسف: ۲۵)

۲- افعال الیقین: نوعان (افعال یقین کی دو قسمیں ہیں)
۱- پہلی ظن ویقین دونوں کے لیے اور ظن اس میں غالب ہے۔ ۲- دوسری صرف ظن کے لیے ہے

فالنوع الاول: ثلاثۃ افعال (پہلی نوع کے تحت تین افعال ہیں)

الاول: "ظنّ"۔ یہ کسی شئی کے وقوع کے رجحان کے لیے ہے جیسے: ظننتُ الفرجَ قریباً۔
کبھی "ظنّ" یقین کے لیے ہوتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: الذین یظنّون انّھم ملٰقوا
ربّھم (البقرہ: ۴۶) اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: وظنّوا ان لا ملجأ من اللہ الا الیہ
(التوبۃ: ۱۱۸) یعنی: علموا واعتقدوا۔
پس اگر "اتّھم" کے معنی میں ہو تو وہ متعدی بیک مفعول ہوگا جیسے: ظنّ القاضی
فلاناً یعنی "اتّھمہ" اور ظنین ومظنون بمعنی "متّھم" اور اسی طرح ارشاد رب العزت
وما ھو علی الغیب بظنین (التکویر: ۲۴) ظنین "ظ" کی قراءت کے ساتھ یعنی متّھم

Scanned by CamScanner

الثانی: "خال" یہ اس "ظن" کے معنی میں ہے جو رجحان کے لیے ہوتا ہے جیسے: خلتُ الکتابَ موافقًا. اور کبھی "خال" "یقین و اعتقاد" کے لیے ہوتا ہے جیسے شاعر کا شعر ہے:

دَعانی الغَوانی عَمَّهُنَّ وَخِلتُنی ۔۔۔ لِیَ اسمٌ فَلا أُدعى بِهِ وَهُوَ أَوَّلُ

الثالث: "حسبتُ" یہ ظن بمعنی رجحان کے لیے ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: یَحسَبُهُمُ الجاهِلُ أَغنِیاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (البقرہ ۲۷۳) اور ارشاد خداوندی ہے: وَتَحسَبُهُم أَیقاظًا وَهُم رُقودٌ (الکہف: ۱۸) اور کبھی یقین کے لیے ہے جیسے لبید بن ربیعہ کا قول

حَسِبتُ التُّقى وَالجودَ خَیرَ تِجارَةٍ ۔۔۔ رَباحًا، إِذا ما المَرءُ أَصبَحَ ثاقِلا

النوع الثانی: یہ صرف ظن کا فائدہ دیتا ہے، یہ کل پانچ افعال ہیں:

الاول: "جعل" بمعنی "ظن" جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَجَعَلُوا المَلائِکَةَ الَّذینَ هُم عِبادُ الرَّحمٰنِ إِناثًا (الزخرف: ۱۹)

پس اگر "جعل" "أوجد" یا "أوجب" کے معنی میں ہو تو متعدی بیک مفعول ہوگا جیسے قول باری تعالیٰ ہے: وَجَعَلَ الظُّلُماتِ وَالنّورَ (الانعام: ۱) یعنی: "خلق و أوجد" اور جیسے: اجعل للشاعر الحلم نصیبًا من مالك یعنی: أوجب. اور اگر "صیّر" کے معنی میں ہو تو وہ افعال تحویل سے ہوگا. اور اس پر عنقریب گفتگو ہوگی. اور اگر جعل "أنشأ" کے معنی میں ہو تو وہ افعال ناقصہ سے ہوگا وہ جو کسی عمل کی شروعات کا فائدہ دیتا ہے جیسے: جعلت الامة تمشی فی طریق المجد یعنی أخذت و أنشأت۔

الثانی: "حجا" بمعنی "ظن" جیسا کہ شاعر کا قول ہے:

قد کنتُ أحجو أبا عمرٍو أخا ثقةٍ ۔۔۔ حتّى ألمّت بنا یومًا مُلِمّاتُ

پس "حجا" اگر "غلبه فی المحاجات" یعنی: "إلقاء الأحاجی والألغاز" کے معنی میں ہو یا "ناد" "منع" یا "کتم وحفظ" یا "ساق" کے معنی میں ہو تو متعدی بیک مفعول ہوگا جیسے: حاجیته فحجوته یعنی: فاطنته فوطنته "یعنی غلبته فی الفطانة". اور جیسے: "حجوتُ فلانًا" یعنی: منعته و ناددته، اور جیسے: حجوت السر" یعنی: کتمته و حفظته، اور جیسے: حجت الریح سفینة یعنی: ساقتها.

اور اگر "وقف" یا "اقام" کے معنی میں ہو جیسے: "حجا بالمکان" یا بخل کے معنی میں ہو جیسے: حجا بالشیء" یعنی: ضن به، تو حجا لازم ہوگا۔

الثالث: "عدّ" بمعنی "ظن" جیسا کہ نعمان بن بشیر انصاری خزرجی کا قول ہے:

فلا تعدد المولى شریکک فی الغنى ۔۔۔ ولکنّما المولى شریکک فی العدم

پس اگر "عدّ" "أحصى" کے معنی میں ہو تو متعدی بیک مفعول ہوگا جیسے: عددتُ الدراهم یعنی حسبتها و احصیتها

الرابع: "زعم" بمعنی "ظن" (ظن راجح) جیسے شاعر کا قول:

Scanned by CamScanner

زعمتني شيخًا ولستُ بشيخٍ   إنّما الشيخ من يدبُّ دبيبًا

اور "ظن" زیادہ تر ظنِ فاسد کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور ظنِ فاسد ایسے قول کو حکایت کرتا ہے جس میں خوب کذب ہو۔ پس وہ ایسی جگہ بولا جائے گا جہاں شک ہو یا اس کے کاذب ہونے کا اعتقاد ہو، اسی لیے عرب کے لوگ کہتے ہیں: زَعَمُوا مَطِيَّةُ الكَذِبِ یعنی کلمہ کذب کی سواری ہے۔ اور عربوں کی عادت ہے کہ اگر کوئی ایسا کلام کہتا ہے جو انکے نزدیک جھوٹا ہے تو وہ (عرب) کہتے ہیں: "زَعَمَ فلانٌ"۔ اسی لیے قرآن کریم میں جہاں کہیں قائلین کی مذمت کی گئی ہے وہاں 'زعم' آیا ہے۔

کبھی 'زعم' ظنِ راجح[1] کے لیے نہیں بلکہ قول کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

پس "زعم" اگر "تأمَّرَ" و "تَرَأَّسَ" یا "كَفَلَ بِهِ" کے معنی میں ہو تو حرفِ جار کے ذریعہ متعدی بیک مفعول ہوگا جیسے: زَعَمَ عَلَى القَوْمِ فَهُوَ زَعِيمُهُم یعنی: تَأَمَّرَ عَلَيْهِم وَرَأَسَهُم۔ اور جیسے: زَعَمَ بِفُلانٍ بِالمالِ یعنی: كَفَلَ بِهِ وَضَمِنَهُ۔ اور جیسے: زَعِمَ اللَّبَنُ یعنی: أَخَذَ يَطِيبُ۔ آخری صورت میں لازم ہوگا۔

الخامس: هَبْ: صیغہ امر کے ساتھ "ظُنَّ" کے معنی میں جیسا کہ ابن ہشام سلولی کا قول ہے

فقلتُ: أَجِرْني أبا خالدٍ   وإلّا فَهَبْني امرأً هالكًا۔

اور اس مادہ کے معنی سے صرف امر استعمال ہوتا ہے تو وہ فعل امر جامد ہے۔

پس اگر "الھبۃ" (مصدر) سے ہو جیسے: هَبْ الفقراءَ مالًا۔ تو وہ افعال قلوب سے نہ ہوگا، بلکہ اس "وھب" سے ہوگا جو دو مفعولوں کو نصب کرتا ہے اور اس کی اصل مبتدا و خبر ہونا نہیں ہے۔ اور اس میں فصیح یہ ہے کہ اول لام کے ذریعہ متعدی ہو جیسے: هَبْ لِلفقراءِ مالًا۔ اور اگر "الھیبۃ" (مصدر) سے امر ہو تو وہ متعدی بیک مفعول ہوگا جیسے هَبْ ربَّكَ یعنی: خَفْهُ۔

۱۷ خصائص افعال القلوب (افعال قلوب کے خصائص)   ۱۵م

ان افعال کی درج ذیل خاصیات ہیں:

الاولی: ان افعال میں یہ جائز نہیں ہے کہ ان کے دونوں مفعولوں کو یا ایک مفعول کو اقتصارًا یعنی بغیر دلیل و قرینہ کے حذف کیا جائے۔ لیکن دونوں مفعولوں یا ایک مفعول کا ساقط کرنا اختصارًا یعنی: حذف دلیل کے ساتھ: جائز ہے۔

دلیل کے ساتھ دونوں مفعولوں کے ساقط ہونے کی مثال: هل ظننتَ خالدًا مسافرًا؟ تو آپ کہیں گے: ظننتُ یعنی: ظننتُه مسافرًا۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ (القصص: ۶۲) یعنی: كنتم تزعمونهم شركائي: ایک مفعول کی دلیل کے ساتھ ساقط ہونے کی مثال، جیسا کہا جائے: هل ظننتَ أحدًا مسافرًا؟ تو آپ کہیں گے: أظنُّ خالدًا یعنی: أظنّ خالدًا مسافرًا۔

[1] یا ظنِ فاسد یا ... مذکور

Scanned by CamScanner

اور دلیل کے ساتھ دو مفعولوں کے حذف کے تعلق سے جو آیا ہے اس کی مثال: مَنْ يَسْمَعْ يَخَلْ "یعنی: يَخَلْ مَا يَسْمَعُهُ حَقًّا"

اگر حذف پر کوئی دلیل نہ ہو تو نہ دونوں مفعولوں کا حذف جائز ہے اور نہ ہی ایک مفعول کا۔ اور یہی زیادہ نحویوں کے مذہب کے مطابق صحیح ہے:

اور کبھی افعال رجحان ویقین کے دونوں مفعول اَنَّ، اَنْ اور اُن کے صدرت کے قائم مقام ہو جاتے ہیں جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى (القیامۃ: ۳۶) اور جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (الکہف: ۱۰۴)

الثانیۃ: اگر عامل پہلے ہو اور اس سے پہلے کوئی لفظ نہ ہو تو مفعولوں کو عمل دینا واجب ہے جیسے: ظَنَنْتُ سَلِيمًا مُسَافِرًا۔ اور اگر عامل تو مقدم ہو لیکن اس سے پہلے کوئی لفظ ہو تو عمل دینا راجح ہے جیسے: مَتَى ظَنَنْتَ عَلِيًّا مُجْتَهِدًا.

الثالثۃ: اس کے مفعولوں میں الغاء جائز ہے۔ الغاء لفظی اور معنوی طور پر عمل سے روک دینے کو کہتے ہیں نہ کہ کسی مانع عمل کی وجہ سے جیسے: زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ۔ پس زید قائم میں ظننت کی وجہ سے عمل نہیں ہو رہا ہے یعنی نہ لفظ میں اور نہ ہی معنی میں۔ الغاء افعال قلوب متصرفہ میں ہوتا ہے اور جو افعال غیر متصرفہ ہیں تو اس میں نہ تعلیق ہے اور نہ الغاء۔ اور اسی طرح افعال تحویل ہیں جیسے: صیّر اور اس کے اخوات نہ اس میں الغاء ہے اور نہ ہی تعلیق۔

اگر فعل ابتدا میں واقع نہ ہو تو الغاء جائز ہے، مثلاً بیچ میں واقع ہو جیسے: زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ، یا آخر میں واقع ہو جیسے: زَيْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ۔ اور اگر بیچ میں ہو تو کہا گیا ہے کہ اس صورت میں اعمال والغاء دونوں برابر ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اعمال الغاء سے زیادہ اچھا ہے۔ اور اگر آخر میں ہو تو الغاء زیادہ اچھا ہے جبکہ مصدر منصوب سے فعل کی تاکید نہ لائی گئی ہو جیسے: زَيْدًا قَائِمًا ظَنَنْتُ ظَنًّا" ورنہ الغاء ناپسند ہے۔

نحویوں کا قول ہے کہ: جب فعل بیچ میں ہو یا آخر میں تو اس کو ملغی قرار دینا جائز ہے کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ متکلم جب چاہے یہ صورت لے آئے، معنی کی طرف نظر و فکر کیے بغیر۔ اور حقیقت یہ ہے کہ الغاء کا معنی معنیٔ اعمال نہیں ہے اور متکلم معنی کے ساتھ مقید ہے۔ پس متکلم کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ مقصود و معنی میں غور و فکر کیے بغیر عمل دے یا ملغی قرار دے۔

الرابعۃ: مفعولوں کی تعلیق واجب ہے اور تعلیق کہتے ہیں لفظی طور پر عمل کو باطل کرنا نہ کہ محلی طور پر۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب کوئی ایسا کلمہ آجائے جو صدر کلام

چاہتا ہے جیسے "ما" نافیہ، لام ابتدا اور استفہام جیسے: علمتُ محمدٌ مسافرٌ
وعلمتُ لمحمدٌ مسافرٌ۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: لنعلمَ أیُّ الحزبین أحصی
(الکھف: ۱۲) اور یہ افعال قلوب متصرفہ کے ساتھ خاص ہے اور بقلت کبھی دوسرے
افعال بھی اس کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: فلینظر أیُّہا
أزکی طعامًا (الکھف: ۱۹) اور جیسے: "سل أیُّہم قام" أیّ کے رفع کے ساتھ، اور
اگر آپ کہیں "سل أیَّہم قام" أیّ کے نصب کے ساتھ، تو فعل معلق نہیں ہوگا۔

الخامسۃ: دو ضمیروں میں جو ایک نام سے متصل ہوں عمل دینا جائز ہے۔ ان میں
سے ایک فاعل ہو اور دوسرا مفعول بہ ہو جیسے: ظننتنی خارجًا، رأیتنی عائدًا
وأنت ظننتک جاہلًا۔

فائدتان (دو فائدے)

۱- تمام افعال قلوب اور اس کے ملحقات کبھی صرف پہلے مفعول کو نصب دینے پر
کفایت کرتے ہیں جبکہ مفعول ثانی سے بے نیاز ہوں اور اس صورت میں اس کا اعتبار
باقی تمام افعال متعدی بیک مفعول کی طرح ہوگا جیسے: علمتُ المسألۃَ یعنی
عرفتُہا اور جیسے: وجدتُ الضالۃَ یعنی: أدرکتُہا وتلقیتُہا۔

۲- جب یہ افعال اپنے معانی سے نکل کر دوسرے معانی کی طرف چلے جائیں جن کا
تعلق قلب سے نہ ہو تو یہ دو مفعولوں کو نصب نہیں دیں گے جیسے: ظننتُ خلیلًا
یعنی: اتہمتہ ورأیتُ الہلال، یعنی: نظرتہ۔

النوع الثانی: افعال التحویل (دوسری نوع افعال تحویل کے بیان میں)

افعال تحویل: وہ افعال ہیں جو صیّر کے معنی میں ہوتے ہیں اور ایسے دو مفعولوں کو
نصب دیتے ہیں جن کی اصل مبتدا و خبر ہوتا ہے۔ یہ کل سات افعال ہیں۔

الأول: صیّر جیسے: صیّرتُ العدوَّ صدیقًا۔

الثانی: ردّ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ودّ کثیرٌ من أہل الکتاب لو یردّونکم
من بعد إیمانکم کفارًا (بقرہ: ۱۰۹)

الثالث: ترک، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وترکنا بعضہم یومئذ یموج
فی بعض (الکھف: ۹۹)

الرابع: تخذ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (کذلک صدیقًا) واتخذ اللہ إبراہیم خلیلًا (النساء) ۱/

السادس: جعل جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وقدمنا إلی ما عملوا من عمل
فجعلناہ ہباءً منثورًا (الفرقان: ۲۳)

الخامس: اتخذ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: واتخذ اللہ إبراہیم خلیلًا (النساء)
السابع: [illegible] جیسے [illegible] اللہ [illegible] المخلصین۔

۱- تخذ کی مثال یہ ہے۔ تخذتک صدیقًا۔

Scanned by CamScanner

یہ تمام افعال دو مفعولوں کو اسی وقت نصب دیں گے جبکہ تحویل پر دلالت کرنے والے "صیّر" کے معنی میں ہوں۔ پس "ردّ" اگر "رجع" کے معنی میں ہو جیسے: رددتہ یعنی: رجعتہ اور "ترک"، "خلّی" کے معنی میں ہو جیسے: ترکت الجمل یعنی: خلّیتہ اور جعل بمعنی "خلق" ہو تو یہ سب متعدی بیک مفعول ہوں گے۔ اور اگر "وھب" "أعطی" کے معنی میں ہو تو وہ اس باب سے نہ ہوگا اگرچہ دو مفعولوں کو نصب دے جیسے: وھبتک فرسًا" اور صحیح یہ کہنا ہے: وھبتُ لک فرسًا.

المبحث الثانی: المتعدی الی ثلاثۃ مفاعیل (دوسری بحث متعدی بہ سہ مفاعیل کے بیان میں)

جو افعال متعدی بہ سہ مفعول ہیں وہ یہ ہیں: أری، أعلم، أنبأ، نبّأ، أخبر، خبّر اور حدّث۔ اور ان کے مضارع یہ ہیں: یُری، یُعلم، یُنبئ، یُنبّئ، یُخبر، یُخبّر اور یُحدّث جیسے: أریتُ سعیدًا الأمر واضحًا، وأعلمتُ إیاہ صحیحًا، وأنبأتُ خلیلًا الخبرَ واقعًا ونبّأتہ إیاہ، أو أخبرتہ إیاہ أو خبّرتہ إیاہ أو حدّثتہ إیاہ حقًّا".

"أنبأ" اور اس کے بعد والے افعال میں غالب یہ ہے کہ مجہول کے لیے مبنی ہوتے ہیں پس اس کا مفعول اول نائب فاعل ہو جاتا ہے جیسے "أُنبِئتُ سلیمًا مجتہدًا"؛ اور شاعر نے کہا ہے:

نُبِّئتُ أنّ أبا قابوس أوعدنی ولا قرار علی زأر من الأسد

الباب الخامس: الجامد والمتصرف (پانچواں باب: فعل جامد اور متصرف)

فعل ادائیگی معنی کے لحاظ سے یا تو کسی زمانہ سے متعلق ہوگا یا نہیں اس کی دو قسمیں ہیں:

فعل جامد: وہ فعل ہے جو معنی کی ادائیگی کے اعتبار سے حرف کے مشابہ ہو اور زمانہ وحدث سے خالی ہو جو افعال میں معتبر ہوتے ہیں۔
جیسے: لیس، عسی، ھبْ، نعم، بئس۔

پس فعل جامد زمانہ سے متعلق نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے حدث مراد ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ حدث اور زمانہ پر دلالت کرنے والے افعال کی اصل سے خارج ہو جاتا ہے۔ پس اس اعتبار سے وہ حرف کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ فعل جامد حرف کے جمود اور تعبیر میں صیغہ واحد کے لزوم کے سبب اس کے مشابہ ہے

فعل جامد یا تو صیغہ ماضی ہوگا جیسے: عسی، لیس، نعم، بئس اور تبارک اللہ یعنی: تقدّس وتنزّہ، یا صیغہ مضارع ہوگا جیسے: یَھیط بمعنی یصیح ویضج۔ یا صیغہ امر ہوگا جیسے: ھب وھات وتعال اور جیسے ھلمّ

بنو تمیم کی لغت میں۔
افعال جامدہ ہی سے "قلّ" ہے صیغہ ماضی کے ساتھ نفی محض کے لیے۔ پس وہ فاعل
کو رفع دیتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس کے بعد اسی کی کوئی صفت ہو جیسے:
قلّ رجلٌ یفعل ذلک و قلّ رجلان یفعلان ذلک۔ ما رجلٌ یفعل ذلک
کے معنی میں۔ امام سیوطی نے اس کو ھمع الھوامع میں ذکر کیا ہے، حالانکہ اس
کا استعمال نفی کے لیے زیادہ اس وقت ہے جبکہ اس سے ما زائدہ کافہ ملحق ہو۔
اور عدم تصرف میں "قلّما" اس طرح "طالما"، "کثرما"، "قصرما"، اور شتّ مابین
ہیں کیوں کہ اس میں "ما" زائدہ کافہ تاکید کے لیے اور عمل کو ختم کرنے کے لیے ہے
تو نہ ہی اس کا کوئی فاعل ہوگا اور نہ فعل کے سوا ان سے کچھ ملا ہوگا پس وہ مکتفا
کی طرح ہیں۔

اور افعال جامدہ سے متعلق عربوں کا یہ قول ہے: "سُقِطَ فی یدہٖ" بمعنی ندم و تحیّر و
ذلّ و اخطأ۔ اور یہ ماضی مجہول ہی کی صورت میں رہتا ہے جیسا کہ ارشاد باری
ہے: لمّا سُقِطَ فی ایدیھم (الاعراف) اور کبھی بالمعروف بھی کہا جاتا ہے۔
جیسے: سَقَطَ فی یدہٖ۔

اور یہ حقیقۃ نہیں ہے بلکہ باب کنایہ سے ہے۔ اور "قد سُقِطَ فی یدہٖ" ہر اس
شخص سے کہا جاتا ہے جو شرمندہ ہو یا حیران ہو یا عاجز ہو یا غم زدہ ہو یا
حسرت زدہ ہو ہر اس فوت شدہ چیز پر جو اس کے کرنے یا نہ کرنے سے فوت ہوئی ہو
اور یہ قرآن کریم سے پہلے نہیں سنا گیا اور نہ ہی عرب اس کو جانتے تھے
جیسا کہ شرح قاموس میں اس باب سے متعلق منقول ہے۔

اسی میں سے "ھدّ" ہے جیسے: ھذا رجلٌ ھدّک من رجل یعنی: کفاک
من رجل اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی: اثقلک وصف محاسنہ ہے۔

افعال جامدہ سے "کذب" ہے جو کسی چیز کو ابھارنے کے لیے آتا ہے، اس سے
امر بالشئ، اس کا لزوم اور اس کا کرنا مراد ہوتا ہے نہ کہ اس سے خبر دینا۔ عربوں کا
قول ہے: کذبک الامرُ و کذاب علیک۔ عرب کسی کام کے کرنے پر ابھارنا اور اس کی
تکمیل پر محمول کرنا مراد لیتے ہیں یعنی: تم پر ہے کہ اس کو لازم جان لو اور اس کو کرو، اور عربوں کا قول
ہے: کذبک الصید یعنی: امکنک فارمہ۔ اور معنی کی اصل یہ ہے: کذب فیما اراک د
خدعک ولم یصدقک۔

پھر یہ کلام امر بالشئ اور اس کو ابھارنے اور اس کے لزوم اور اتیان کے قائم
مقام ہوگئی، اصل معنی کی طرف توجہ کیے بغیر، کیوں کہ وہ مثل (کہاوت) کے قائم مقام
ہے۔

؏: قرآن کریم میں مذکور ہونے سے پہلے عربوں نے اس کو استعمال نہیں کیا تھا۔ ۱۲

Scanned by CamScanner

ہے۔ اور کہاوتوں میں نہ تو اصل معنی کا لحاظ ہوتا ہے اور نہ ہی اس کا سبب جس معنی سے بولا گیا ہے، بلکہ اس میں معنی مجازی مراد ہوتا ہے۔

افعال جامدہ سے ہی افعال تعجب اور افعال مدح و ذم ہیں۔ اور عنقریب اس پر گفتگو ہوگی (ان شاء اللہ)

فعل متصرف: وہ فعل ہے جو جمود میں حرف کے مشابہ نہ ہو یعنی: تعبیر میں ایک طریقہ پر لازم ہونا ہیں، کیوں کہ وہ ایسی بات پر دلالت کرتا ہے جو زمانے سے متصل ہو۔ پس وہ مختلف زمانوں میں معنی کی ادائیگی کے لیے ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف پھرنا قبول کرتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

تام التصرف: وہ ہے جس سے تینوں افعال (ماضی، مضارع اور امر) بکثرت آتے ہیں جیسے: کتب، یکتب، اکتب۔ اور یہی زیادہ کثیر ہے۔

ناقص التصرف: وہ ہے جس سے صرف دو فعل آتے ہیں یا تو ماضی اور مضارع جیسے: کاد یکاد، اوشک یوشک، ما زال و لا یزال، ما انفک و لا ینفک، ما برح و لا یبرح۔ اور یہ سب افعال ناقصہ ہیں۔ یا مضارع اور امر ہوگا جیسے: یدع و دع، یذر و ذر۔

امام سیوطی نے 'ھمع الھوامع' میں لکھا ہے کہ 'ذر' اور 'دع' کا شمار جوامد میں ہوتا ہے کیوں کہ وہ دونوں صرف امر ہی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ یہاں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے غفلت ہوئی ہے۔ کیوں کہ 'دع' کا مضارع 'یدع' بہت استعمال ہوتا ہے اور رہا 'ذر' کا مضارع تو وہ افصح و اشرف کلام میں بہت زیادہ آیا ہے اور بعض محققین نے اس کو قرآن پاک میں شمار کیا تو معلوم ہوا کہ بیس سے زیادہ مقامات پر آیا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ (الصافات)

الباب السادس: الافعال الناقصۃ (چھٹا باب افعال ناقصہ کے بیان میں)

فعل ناقص: وہ فعل ہے جو مبتدا و خبر پر داخل ہوتا ہے۔ مبتدا کو فاعل سے مشابہ ہونے کی وجہ سے رفع اور خبر کو مفعول بہ سے مشابہ ہونے کے سبب نصب دیتا ہے جیسے کان محمد مسافرًا۔ اس کے دخول کے بعد مبتدا کو اس کا اسم اور خبر کو اس کی خبر کہتے ہیں۔ ۱۵

ان افعال کو ناقصہ کہا جاتا ہے، کیوں کہ ان افعال کے ذریعہ ان کے مرفوع کے ساتھ کلام پورا نہیں ہوتا ہے بلکہ منصوب کا ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ کلام مکمل ہو جائے۔ پس اس کا منصوب فضلہ نہیں ہے بلکہ عمدہ ہے، کیوں کہ وہ اصل کے اعتبار سے مبتدا کی خبر ہے، اس کا منصوب ہونا فضلہ سے مشابہت کی بنیاد پر ہے۔ برخلاف افعال تامہ کے، کیوں کہ کلام افعال تامہ کے ساتھ مرفوع کے ذکر کرنے سے پورا ہو جاتا ہے اور اس کا منصوب فضلات [illegible] ترکیب سے خارج ہے۔

افعال ناقصہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) کان اور اس کے اخوات (۲) کاد اور اس کے اخوات اور یہ (دوسری قسم) وہ ہے جس کو افعال مقاربہ کہتے ہیں۔ یہ باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ الفصل الاول: کان واخواتھا (پہلی فصل کان اور اسکے اخوات کے بیان میں)
کان اور اس کے اخوات کل تیرہ افعال ہیں اور وہ یہ ہیں: کان، أمسی، أصبح، أضحی، ظل، بات، صار، لیس، ما زال، ما انفك، ما فتئ، ما دام اور ما برح۔

اور کبھی: آض، رجع، استحال، عاد، حار، ارتد، تحول، غدا، راح، (ذہب اور تبدل) صار کے معنی میں ہوتے ہیں۔ پس جب یہ تمام صار کے معنی میں ہوں تو اس میں وہی حکم ہوگا جو صار میں ہوتا ہے۔

۱۔ المبحث الاول: معانی کان واخواتھا (پہلی بحث کان اور اسکے اخوات کے معانی)
معنی کان: زمانہ ماضی میں مسندالیہ کا مسند سے متصل ہونا۔ اور کبھی متصف ہونا دائمی ہوتا ہے جبکہ وہاں قرینہ ہو جیسے: وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (النساء) یعنی: إنه كان ولم يزل عليمًا حكيمًا۔

أمسی: مسندالیہ کا مسند سے شام کے وقت متصف ہونا جیسے: أمسى المتهم مضطربًا۔

أصبح: مسندالیہ کا مسند سے صبح کے وقت متصف ہونا جیسے: أصبح الطائر مغردًا۔

أضحی: مسندالیہ کا مسند سے چاشت کے وقت متصف ہونا جیسے: أضحى العامل متعبًا۔

ظل: مسندالیہ کا مسند سے سائے کے وقت متصف ہونا، اور وہ وقت دن میں ہوتا ہے جیسے: ظلت الشمس ساطعةً۔

بات: مسندالیہ کا مسند سے مبیت کے وقت متصف ہونا، اور یہ رات کا وقت ہوتا ہے جیسے: بات الفلاح مطمئنًا۔

صار: کسی چیز کے پھرنے اور منتقل ہونے کے معنی میں جیسے: صار الخشب طاولةً۔

لیس: زمانہ حال میں نفی ہونا پس یہ نفی حال کے لیے خاص ہے مگر جبکہ وہ اس کے ساتھ مقید ہو جو زمانہ ماضی یا استقبال کا فائدہ دیتا ہے، پس وہ جس کے لیے مقید ہے اسی کا فائدہ دیگا جیسے: ليس عليٌّ مسافرًا أمسِ أو غدًا۔ لیس فعل ماضی نفی کیلیے ہے اور اسی کے ساتھ خاص ہے اور یہ ایسا فعل ہے جو حرف کے مشابہ ہوتا ہے اگرچہ علامت فعل کو قبول نہ کرے جیسے: لستُ، لستما، لستم، لستن اور لسنَ تو اس کا حکم حروف کا ہوگا۔

ما زال، ما انفك، ما فتئ، ما برح کا معنی مسند، مسندالیہ کے لیے ملازمت

پس اگر آپ کہیں: مازال خلیل واقفا تو معنی ہوگا: اَنَ الوقوفَ ملازمٌ لہ فی الماضی (وقوف اس کے لیے زمانۂ ماضی میں لازم ہے)

مادام کا معنی کسی معاملہ کا وقت بتانا ہے خبر کے ثبوت کی مدت کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ اس سے پہلے کوئی جملہ ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاَوصٰنی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دُمتُ حیًّا (مریم: ۳۱) یعنی: اوصانی بھما مدۃ حیاتی

کان، امسی، اصبح، اضحی، ظل اور بات کبھی صار کے معنی میں ہوتے ہیں اگر وہاں کوئی ایسا قرینہ ہو جو اس بات پر دلالت کرے کہ مسند الیہ کا مسند کے ساتھ وقت معین میں اتصاف مراد نہیں ہے جس پر یہ افعال دلالت کرتے ہیں جیسے: فکانَ مِنَ المُغرَقینَ (ھود: ۴۳) یعنی: صار اور ارشاد باری ہے: فاَصبحتُم بنعمتِہ اِخوانًا (آل عمران: ۱۰۳) یعنی صرتم اور ارشاد جل مجدہ ہے: فظلَّت اعنا قُھُم لھا خاضعینَ (الشعراء: ۴) یعنی: صارت اور ارشاد خدا ہے: ظلَّ وجھُہ مُسوَدًّا (النحل: ۵۸) یعنی: صار وجھُہ مُسوَدًّا

المبحث الثانی: شروط لبعض اخوات کان (دوسری بحث کان کے بعض اخوات کی شرطیں)

زال، انفك، فتئ اور برح میں یہ شرط ہے کہ اس سے پہلے نفی ہو جیسے: ولا یزالونَ مختلفینَ (ھود: ۱۱۸) ولن نبرحَ علیہ عاکفینَ (طٰہٰ: ۹۱)

یا نہی ہو جیسے شاعر کا یہ قول:

صاحِ شمِّر ولا تزل ذاکرَ المو — تِ فنسیانُہ ضلالٌ مبینٌ

یا دعا ہو جیسے: لا زلتَ بخیرٍ

اور یہ بھی بیان کیا گیا کہ کسی قسم کے بعد اس سے نفی کو ختم کر دیا جائے جبکہ فعل مضارع منفی بلا ہو۔ یہ صورت جائز ہے اور اسی تعلق سے ارشاد باری تعالیٰ ہے: قالوا تاللہ تفتؤا تذکرُ یوسفَ (یوسف: ۸۵) تقدیری عبارت یہ ہے: لا تفتأ۔ اور شاعر امرؤ القیس کا قول ہے:

فقلتُ یمینُ اللہِ اَبرحُ قاعدًا — ولو قطعوا راسی لدیكِ واوصالی

تقدیر یہ ہے: لا ابرحُ قاعدًا۔ یہ شرط نہیں ہے کہ نفی بالحرف ہو۔ تو کبھی نفی بالحرف ہوتی ہے جیسا کہ گزرا، اور کبھی بالفعل ہوتی ہے جیسے: لستَ تبرحُ مجتھدًا۔ اور کبھی نفی بالاسم ہوتی ہے جیسے: زھیرٌ غیرُ منفكٍّ قائمًا بالواجب۔

'دام' میں یہ شرط ہے کہ اس سے پہلے 'ما' مصدریہ ظرفیہ ہو جیسے ارشاد باری ہے: وَاَوصٰنی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمتُ حیًّا (مریم: ۳۱)

مصدریہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مابعد سے مل کر مصدر کی تاویل میں ہو جائے

اور اس کے ظرفیہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نائب ظرف ہے یعنی مدت۔ اس لیے کہ مسبوقہ مثال کی تقدیر یہ ہے: مدۃ دوامی حیا"

تنبیہ: 'زال' ناقصہ کا مضارع 'یزال' ہے۔ اور رہا زال الشیٔ یزول بمعنی ذھب اور "زال فلان مکان ھذا" بمعنی تحوّل وأبعدہ عنہ۔ تو ان دونوں کو فعل تام مانا گیا ہے، اول کی مثال جیسے: إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا (فاطر: ۴۱)

کبھی کان اور اس کے اخوات کا اسم مضمر ہوتا ہے اور اس کی خبر محذوف ہوتی ہے جبکہ کوئی قرینہ اس پر دلالت کر رہا ہو جیسے کہا جائے: ھل أصبح الرکب مسافراً" تو آپ کہیں: أصبح" یعنی: أصبح ھو مسافراً۔

المبحث الثالث: أقسام کان وأخواتھا (تیسری بحث کان اور اس کے اخوات کی اقسام) کان اور اس کے اخوات کی تین قسمیں ہیں:

الاول: جو زمانہ حال میں متصرف نہ ہو۔ وہ 'لیس اور دام' ہیں، لیس ان دونوں سے مضارع اور امر نہیں آتا ہے۔

الثانی: جو تصرف میں تام ہوتے ہیں یعنی ان سے تینوں افعال آتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں: کان، أصبح، أمسی، أضحی، ظل، بات اور صار.

الثالث: جو تصرف میں ناقص ہوتے ہیں، یعنی ان سے مضارع اور ماضی آتے ہیں اور دوسرے افعال نہیں آتے۔ اور وہ "مازال، ما انفک، ما فتیٔ، ما برح ہیں۔

فائدہ: ان افعال سے جو متصرف ہوں وہ اپنا عمل کریں گے، یعنی اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیں گے خواہ وہ فعل ہو یا صفت یا مصدر جیسے: یمسی المجتھد مسروراً، أمسِ أدیباً. وکونك مجتھداً خیرٌ لك. اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قل کونوا حجارۃً او حدیداً (الاسراء: ۵۰)۔ البتہ مصدر زیادہ تر اسم کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے: کون الرجل تقیاً خیرٌ لہ. تو یہاں الرجل۔ لفظاً مجرور ہے کیوں کہ وہ مضاف الیہ ہے اور محلاً مرفوع ہے کیوں کہ وہ مصدر ناقص کا اسم ہے۔

اگر مصدر ناقص کی اضافت ضمیر کی طرف کی جائے یا اس کے علاوہ کسی مبنی کی طرف کی جائے تو اس کے اعراب کے دو محل ہوں گے (۱) محل قریب یعنی جر بالاضافت (۲) محل بعید یعنی رفع، کیوں کہ وہ مصدر ناقص کا اسم ہے۔

المبحث الرابع: تمام کان وأخواتھا (چوتھی بحث کان اور اس کے اخوات کے تام ہونے کے بیان میں)

کبھی یہ افعال تامہ ہوتے ہیں، اس صورت میں مسند الیہ کو رفع دینا کفایت کرتا ہے کیوں کہ وہ اس کا فاعل ہے اور خبر کی حاجت نہیں ہوتی ہے، مگر ان افعال میں سے تین افعال ایسے ہیں جس کا ناقص ہونا لازم ہے اور وہ تام نہیں ہوتے وہ افعال یہ ہیں

Scanned by CamScanner

ما فتئ، ما زال اور لیس۔

پس اگر کان "حصل" کے معنی میں ہو اور امسی بمعنی "دخل فی المساء"، اصبح بمعنی "دخل فی الصباح" اضحی بمعنی "دخل فی الضحی"، ظل بمعنی "دام واستمر" بات بمعنی "نزل لیلاً" "أدرکہ اللیل" "دخل مبیتہ" صار بمعنی "انتقل" ضمّ، امال، صوت قطع، فصل"۔ دام بمعنی "بقی واستمر"۔ انفک بمعنی "انفصل وانحل"۔ برح بمعنی ذھب، فارق ہوں تو یہ سب افعال تامہ ہوں گے اور صرف فاعل پر کفایت کریں گے۔

ان افعال کے تام ہونے کی مثال ذیل ہیں: إنما أمره إذا أراد شيئاً أن يقول له كن فيكون (یٰس: ۸۲)۔ فسبحان الله حين تمسون وحين تصبحون (روم: ۱۷)۔ خالدين فيها ما دامت السموات والأرض (ھود: ۱۰۷)۔

فخذ أربعة من الطير فصرهن إليك (بقرہ: ۲۶) صاد کے ضمہ کے ساتھ صاره یصوره سے اور کسرہ کے ساتھ صاره یصیره سے پڑھا جاتا ہے۔ اور انہیں مثالوں سے متعلق امرؤ القیس کا شعر ہے:

تطاول ليلك بالإثمد　　　　وبات الخلي ولم ترقد

البحث الخامس: احکام اسم کان وخبرھا (پانچویں بحث کان کے اسم وخبر کے احکام)

جو کچھ فاعل کے احکام و اقسام گزرے وہ کان اور اس کے اخوات کے اسم کو دیے جائیں گے کیونکہ کان کے اسم کا حکم فاعل کی طرح ہے۔ اور جو کچھ احکام و اقسام مبتدا کی خبر کے گزرے ہیں وہ کان اور اس کے اخوات کی خبر کو دیے جائیں گے کیونکہ کان کی خبر کا حکم مبتدا کی خبر کی طرح ہے۔ البتہ خبر منصوب ہوگی کیونکہ وہ مفعول بہ کے مشابہ ہے۔

اگر کان اور اس کے اخوات کی خبر جملۂ فعلیہ واقع ہو، تو اکثر یہ ہے کہ فعل مضارع ہو۔ اور کبھی ماضی بھی ہوتا ہے کان، امسی، اضحی، ظل، بات اور صار کے بعد۔ اور اس میں اکثر یہ ہے اگر فعل ماضی ہو تو قد سے ملا ہوا ہو جیسے شاعر کا قول:

فأصبحوا قد أعاد الله نعمتهم　　　　إذ هم قريش وإذ ما مثلهم أحد

کبھی بغیر قد کے بھی ہوتا ہے، یہ اس صورت میں زیادہ ہوتا ہے جبکہ فعل شرط کی خبر واقع ہو، اسی تعلق سے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وإن كان كبر عليكم مقامي (یونس: ۷۱) اور ارشاد خداوندی ہے: وإن كان كبر عليك إعراضهم (الانعام: ۳۵) اور ارشاد باری ہے: إن كنت قلته فقد علمته (مائدہ: ۱۱۶) اور اس کے علاوہ میں کم ہے۔

البحث السادس: تقديم أسمائها وخبرها وتأخيرها (چھٹی بحث کان اس کے اخوات کے اسم و خبر کو مؤخر و مقدم کرنے کے بیان میں)

اسم کی اصل یہ ہے کہ فعل ناقص سے متصل ہو پھر اس کے بعد خبر آئے۔ کبھی معاملہ برعکس ہوتا ہے، خبر اسم سے پہلے آجاتی ہے جیسے ارشاد باری ہے: وكان حقاً علينا نصر المؤمنين"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اور جیسے شاعر کا قول ہے:

سَلِی - إن جهلتِ - الناسَ عنا وعنهمُ   فلیس سواءً عالمٌ وجهولُ

یہ بھی جائز ہے کہ کان اور اس کے اخوات پر اور ان کے اسماء پر ان کی خبروں کو مقدم کر دیا جائے سوائے لیس کے اور ان افعال کے جن کے شروع میں ما نافیہ یا ما مصدریہ ہے تو یہ کہنا صحیح ہے: "مصحیۃً کانت السماء" و "غزیراً أمسی المطر" اور یہ بولنا صحیح نہیں ہے: جاهلاً لیس سعیدٌ و کسولاً ما زال سلیمٌ و واقفاً ما دام خالدٌ۔ بعض علماء اس صورت کو 'ما دام' کے علاوہ میں جائز قرار دیتے ہیں۔

جس طرح خبر کو مقدم کرنا جائز ہے اسی طرح اس کے معمول کو بھی مقدم کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وأنفسهم كانوا يظلمون (الاعراف: ۱۷۷) اور فرماتا ہے: أهؤلاء إياكم كانوا يعبدون (سبا: ۴۰)

فائدہ: تقدیم و تاخیر میں ان افعال کے اسم و خبر کے احکام مبتدا و خبر کی طرح ہیں کیوں کہ وہ اصل کے اعتبار سے مبتدا و خبر ہیں۔

المبحث السابع: خصائص کان (ساتویں بحث کان اور اس کے خصائص کے بیان میں) ۱۵

کان اپنے تمام اخوات کے درمیان چھ چیزوں کے ساتھ خاص ہے۔

۱- کان کبھی زائد ہوتا ہے، اس کی دو شرطیں ہیں (۱) کان فعل ماضی ہو جیسے: "ما کان أصحَّ علمَ مَن تقدّمَ؟" اس کا مضارع ہونا شاذ ہے۔ (۲) دو متلازم شی کے درمیان ہو جو جار مجرور نہ ہوں۔ شاعر کے اس قول میں جار مجرور کے درمیان ہونا شاذ ہے:

جیادُ بنی أبی بکرٍ تسامی   علی کانَ المسوّمةِ العرابِ

اور اکثر 'ما' اور فعل تعجب کے درمیان زائد ہوتا ہے جیسے: ما کان أحسنَ عمرَ۔ کبھی ان دونوں کے علاوہ کے درمیان زائد ہوتا ہے۔

فائدہ: کان جو زائدہ ہوتا ہے اس کا معنی تاکید ہے، وہ زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا نام زائدہ رکھنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ معنی اور زمان پر دلالت نہ کرے، بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ کچھ عمل نہ کرے اور نہ اس میں کوئی ضمیر ہو، بلکہ تمام حالتوں میں صیغۂ واحد مذکر ہو۔ سیبویہ نے دیکھا کہ کبھی اس میں ضمیر بھی ہوتی ہے۔ اور انہوں نے فرزدق شاعر کے اس شعر سے استدلال کیا ہے:

فکیف إذا مررتَ بدار قومٍ   وجیرانٍ لنا کانوا کرامِ -

۲- کان اور اس کا اسم حذف ہو جاتا ہے اور خبر باقی رہ جاتی ہے۔ یہ اکثر إن اور لو شرطیہ کے بعد ہوتا ہے، إن کی مثال جیسے: سِر مسرعاً، إن راکباً وإن ماشیاً۔ اور عربوں کا قول ہے: "الناس مجزیون بأعمالهم إن خیراً فخیرٌ وإن شراً فشرٌ"۔

اور لو کی مثال جیسے حدیث پاک ہے: "التمس ولو خاتماً من حدید" اور

عربوں کا قول ہے: الاطعام ولو تمراً۔

کبھی حرف کانَ حذف ہوتا ہے اور اس کا اسم اور خبر باقی رہ جاتا ہے۔ اور اس کے بدلے ما زائدہ آجاتا ہے، اور یہ اَن مصدریہ کے بعد ہوتا ہے جیسے: أمّا انت ذا مالٍ تفتخر۔ اصل یہ ہے: "لأن كنت ذا مالٍ تفتخر"

پس لام تعلیل کو حذف کر دیا گیا، پھر کان کو حذف کر دیا گیا اور اس کے عوض میں ما زائدہ لایا گیا، پھر کان کے حذف کے بعد ضمیر متصل منفصل ہو گئی، تو ہو گیا: أن ما انت۔ نون کو ادغام کے لیے میم سے بدل دیا گیا اور 'ما' کے میم میں ادغام کر دیا گیا تو أمّا ہو گیا

کبھی کانَ اس کا اسم اور اس کی خبر ایک ساتھ حذف ہو جاتے ہیں، اور ان سب کے عوض میں ما زائدہ آجاتا ہے اور یہ إن شرطیہ کے بعد ہوتا ہے جیسے: افعل ھذا إمّا لا

اصل یہ ہے: افعل ھذا إن كنت لا تفعل غيره. پس کانَ اپنے اسم و خبر کے ساتھ حذف ہو گیا اور لا نافیہ جو خبر پر داخل ہے باقی رہ گیا، پھر إن کے بعد عوض کے طور پر ما بڑھا دیا گیا، تو إن ما ہو گیا، پھر نون کو میم سے بدل کر میم کا میم میں ادغام ہو گیا تو ہو گیا: إمّا

کانَ اور اس کے اسم و خبر کبھی بغیر عوض کے حذف ہو جاتے ہیں جیسے: لا تعاشر فلاناً، فإنه فاسد الأخلاق، تو جاہل کہے گا: إني اعاشره وإن یعنی: وإن كان فاسقاً

مضارع کے نون کو حذف کرنا جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ مجزوم بالسکون ہو اور اس کے بعد کوئی ساکن نہ ہو اور نہ کوئی ضمیر متصل ہو۔ وہ مثال جس میں تمام شرائط جمع ہیں وہ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لم أكُ بغياً (مریم: ۲۰) اور حطیئہ شاعر کا یہ قول ہے

ألم أكُ جاركم ويكون بيني   وبينكم المودّة والإخاءُ.

اصل یہ ہے: "ألم أكن"

المبحث الثامن: خصوصية كان وليس (آٹھویں بحث کانَ اور لیس کی خصوصیت)

کانَ اور لیس اس بات کے لیے خاص ہیں کہ ان کی خبر پر 'ب' داخل ہو سکتا ہے لیس کی مثال ارشاد باری ہے: أليس الله بأحكم الحاكمين (التين: ۸)۔ رہا کانَ تو اس کی خبر پر 'با' اسی وقت زائد ہوتا ہے جبکہ اس سے پہلے نفی یا نہی ہو جیسے ما كنتُ بحاضرٍ "ولا تكن بغائب" اور جیسے شنفری ازدی کا قول ہے:

وإن مدّت الأيدي إلى الزاد لم أكن   بأعجلهم إذ أجشع القوم أعجل

کانَ کی خبر پر 'با' کا داخل ہونا قلیل ہے برخلاف لیس کے کہ وہ بہت زیادہ ہے۔

الفصل الثاني: كاد وأخواتها (دوسری فصل کاد اور اس کے اخوات)

کاد اور اس کے اخوات کانَ کا عمل کرتے ہیں یعنی مبتدا کو رفع کرتے ہیں اور اس کو اسم کہتے ہیں اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور اس کو خبر کہتے ہیں۔ اور ان افعال کو افعال

Scanned by CamScanner

مقاربہ کہتے ہیں۔ اور تمام افعال مقاربت کا فائدہ نہیں دیتے ہیں، بلکہ انکے مجموعے کا نام افعال مقاربہ ہے، ایک قسم کے دوسری قسم پر غلبہ دینے اور مشہور ہونے اور کثرت استعمال کی وجہ سے۔

اس فصل میں چند بحثیں ہیں:

۱۷ المبحث الاول: اقسام كاد و اخواتها (پہلی بحث کاد اور اسکے اقسام)

كاد اور اس کے اخوات کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ افعال المقاربة: ان افعال کو کہتے ہیں جو وقوع خبر کے قرب پر دلالت کریں۔ یہ تین افعال ہیں: كاد و اوشك و كرب جیسے: "كاد المطر يهطل و اوشك الوقت أن ينتهي و كرب الصبح أن ينبلج"

۲۔ افعال الرجاء: یہ وہ افعال ہیں جو وقوع خبر کی امید پر دلالت کریں، یہ بھی تین ہیں: عسى، حرى اور اخلولق جیسے: "عسى الله أن يأتي بالفتح"۔ اور جیسے شاعر کا قول:

عسى الكرب الذي أمسيت فيه ... يكون وراءه فرج قريب۔

اور جیسے: "حرى المريض أن يشفى" "و اخلولق الكسلان أن يجتهد"۔

۳۔ افعال الشروع: وہ افعال ہیں جو کسی عمل کی شروعات پر دلالت کرتے ہیں، یہ افعال بہت زیادہ ہیں، انہیں میں سے: أنشأ، علق، طفق، أخذ، هب، بدأ، ابتدأ، جعل، قام اور انبرى ہے۔ اور اسی کے مثل ہر وہ فعل جو ابتدا بالعمل پر دلالت کرے اور صرف مرفوع پر اکتفا نہ ہو جیسے: "أنشأ خليل يكتب، علقوا يتذاكرون، أخذوا يتحدثون، هب القوم يتسابقون، بدءوا يتبارون، ابتدءوا يتقدمون، جعلوا يستيقظون، قاموا يتنبهون، انبروا يستعدون"۔

فاعل، نائب فاعل اور کان کے اسم کے جو احکام و اقسام گزرے ہیں وہ كاد اور اس کے اخوات کو دیے جائیں گے۔

المبحث الثاني: شروط خبرها (دوسری بحث کاد کی خبر کے شرائط کے بیان میں)

كاد اور اس کے اخوات کی خبر کی تین شرطیں ہیں۔

۱۔ خبر فعل مضارع مسند ہو اس ضمیر کی طرف جو اسم کی طرف لوٹے، چاہے أن سے متصل ہو جیسے، اوشك النهار أن ينقضي۔ یا متصل نہ ہو جیسے: كاد الليل ينقضي اور اسی تعلق سے ارشاد باری ہے: لا يكادون يفقهون حديثا (نساء: ۷۸) اور جیسے وطفقا يخصفان عليهما من ورق الجنة (اعراف: ۲۲)

حرف عسى کے بعد یہ جائز ہے کہ اس کی خبر اسم ظاہر کی طرف مسند ہو جو ایسی ضمیر پر مشتمل ہو جو اس کے اسم کی طرف لوٹ رہی ہو جیسے: عسى العامل أن ينجح عمله اور جیسے شاعر کا یہ شعر ہے:

وماذا عسى الحجاج يبلغ جهده ... إذا نحن جاوزنا حفير زياد

یہ جائز نہیں کہ کاد اور اس کے اخوات کی خبر جملہ ماضی واقع ہو یا جملہ اسمیہ واقع ہو جس طرح اسم واقع ہونا جائز نہیں۔ جو مثالیں اس تعلق سے وارد ہوئی ہیں وہ شاذ ہیں، انکی طرف توجہ نہ دی جائے۔ اور رہا ارشاد باری تعالیٰ: فطفق مسحا بالسوق والأعناق (ص-۳۳) تو اس میں مسحا خبر نہیں ہے، بلکہ یہ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے وہی خبر ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہے: یمسح مسحا"

خبر کاد اور اس کے اخوات کے بعد ہو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ خبر کاد اور اس کے اسم کے بیچ میں ہو جیسے "یکاد ینقضی الوقت اور جیسے طفق یتعرفون الناس"

خبر کو حذف کرنا جائز ہے جبکہ معلوم ہو، اسی تعلق سے ارشاد باری تعالیٰ ہے، "فطفق مسحا بالسوق والأعناق۔ اور جیسے حدیث پاک ہے "من تأنى أصاب أو كاد، ومن تعجل أخطأ أو كاد" یعنی کاد یصیب، و کاد یخطئ۔

حری اور اخلولق کی خبر کا أن سے متصل ہونا شرط ہے۔

البحث الثالث: الخبر المقترن بأن (تیسری بحث وہ خبر جو أن سے ملی ہو)

کاد اور اخوات کاد کی خبر کے أن سے مقترن ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔

جن کی خبر پر أن ہونا واجب ہے وہ حری اور اخلولق (افعال رجاء) ہیں۔

وہ افعال جن کی خبر کا أن سے خالی ہونا واجب، وہ افعال شروع ہیں۔ ان افعال پر أن کا دخول کفایت نہ کرے گا، کیونکہ ان افعال سے مقصود زمانۂ حال میں خبر کا واقع ہونا ہے اور أن استقبال کے لیے ہے۔ پس ان افعال سے أن کا متصل ہونا تناقض کو لازم کر دے گا۔

وہ افعال جس میں دونوں صورتیں جائز ہیں یعنی (۱) خبر سے أن کا ملنا (۲) خبر سے أن کا خالی ہونا، وہ افعال افعال مقاربہ ہیں اور عسی ہے حالانکہ عسی اور اوشک میں زیادہ یہ ہے کہ ان کی خبر پر أن داخل ہو جیسے ارشاد باری ہے "عسی ربکم أن یرحمکم (الاسراء ۸)۔ اور "کاد اور کرب" میں اکثر استعمال یہ ہے کہ ان کی خبر أن سے خالی ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: فذبحوها وما كادوا يفعلون (البقرہ ۷۱)
اور شاعر نے کہا ہے:

کرب القلب من جواه یذوب   حین قال الوشاة: هند غضوب

ان دونوں: خبر کا أن سے متصل ہونا بہت قلیل ہے، اس کی مثال جیسے یہ حدیث "کاد الفقر أن یکون کفرا"۔

البحث الرابع: حکم الخبر المقترن بأن والمجرد منها (چوتھی بحث خبر کے أن کے ساتھ متصل ہونے اور أن سے خالی ہونے کے بیان میں)

اگر خبر أن کے ساتھ متصل ہو جیسے: أوشكت السماء أن تمطر، وعسى الصديق أن يحضر - تو مضارع بالذات خبر نہ ہوگا بلکہ خبر وہ مصدر مؤول ہوگی جو بذریعہ أن سے مذکورہ مثالوں کی تقادیر یہ ہوں گی: أوشكت السماء ذا مطر، وعسى الصديق ذا حضور

اور اگر خبر أن سے ملی نہ ہو جیسے، أوشكت السماء تمطر۔ تو خبر جملہ ہو جائے گی اور خبر ہونے کے سبب محلاً منصوب ہو جائے گی۔

المبحث الخامس: المتصرف وغير المتصرف منها (پانچویں بحث ان افعال کے متصرف اور غیر متصرف ہونے کے بیان میں)

ان تمام افعال کا صیغۂ ماضی کے ساتھ ہونا لازم ہے، سوائے أوشك اور كاد کے اور کبھی ان دونوں کا مضارع بھی آیا ہے۔ کاد کا مضارع بہت مشہور ہے اور أوشك کا مضارع ماضی کے صیغہ سے زیادہ ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ﴾ (النور: ۳۵) اور جیسے حدیث پاک ہے: يوشك أن ينزل فيكم عيسى بن مريم حكمًا عدلًا.

۱ المبحث السادس: خصائص عسى واخلولق وأوشك (چھٹی بحث عسى، اخلولق اور أوشك کے خصائص کے بیان میں)

اس باب کے افعال سے عسى، اخلولق اور أوشك اس بات کے لیے خاص ہیں کہ وہ تامہ ہوتے ہیں، تو ان میں خبر کی حاجت نہیں ہوتی، یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ ان سے أن یا فعل مل جائے، پس وہ أن کے ذریعہ مصدر مؤول کی طرف مسند ہو جاتے ہیں اس لیے کہ یہ ان کا فاعل ہے جیسے: عسى أن تقوم واخلولق أن تسافروا، وأوشك أن نرحل۔ اور جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ﴾ (البقرہ: ۲۱۶) اور قول عز وجل ہے: ﴿عَسَىٰ أَنْ يَهْدِيَنِ رَبِّي﴾ (الکہف: ۲۴) اور جیسے: ﴿عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا﴾۔

یہ اس وقت ہے جبکہ اس سے پہلے کوئی ایسا اسم نہ ہو جو فی المعنی مسند الیہ ہو، اگر اس سے پہلے کوئی ایسا اسم ہو جس کی اسناد ضمیر کی طرف صحیح ہو، تو آپ کو اختیار ہے، اگر آپ چاہیں تو اس کو تامہ بنا دیں۔ یہی صورت زیادہ فصیح ہے، پس مصدر مؤول اس کا فاعل ہو جائے گا جیسے: عليٌّ عسى أن يذهب وهندٌ عسى أن تذهب، والرجلان عسى أن يذهبا، والمرأتان عسى أن تذهبا، والمسافرون عسى أن يحضروا، والمسافرات عسى أن يحضرن، ان تمام مثالوں میں عسی ضمیر سے خالی ہے۔

۲ اور اگر آپ چاہیں تو اس کو ناقصہ بنا دیں، پس اس کا اسم ضمیر بن جائے گا اس

بسم الله الرحمن الرحیم

وقت یا تو اس میں ضمیر مستتر ہوگی یا ضمیر بارز ہوگی جو ما قبل کے مطابق ہو مفرد، تثنیہ، جمع اور مذکر و مؤنث ہونے میں، پس اب آپ گزری ہوئی مثالوں کو اس طرح کہیں گے: علیٌّ عسی أن یذھب، وھند عست أن تذھب، والرجلان عسیا أن یذھبا، والمرأتان عستا أن تذھبا، والمسافرون عسوا أن یخرجوا. والمسافرات عسین أن یخرجن۔

اس صورت میں اولیٰ یہ ہے کہ اس کو تام بنایا جائے جو ضمیر سے خالی ہو، اور اس کو صیغۂ مفرد مذکر پر باقی رکھا جائے اور اس کی اسناد ایسے مصدر کی طرف کی جائے جو أن کے ذریعہ فعل سے مؤول ہو، اس لیے کہ وہ اس کا فاعل ہے، یہ اہل حجاز کی زبان ہے جس میں قرآن پاک کا نزول ہوا، اور یہی زیادہ فصیح اور مشہور ہے، ارشاد باری ہے: لا یسخر قوم من قوم عسی أن یکونوا خیراً منهم ولا نساءٌ من نساءٍ عسی أن یکنّ خیراً منهنّ (الحجرات: ۱۱) اور اگر ناقصہ ہو تو عسوا اور عسین جمع مذکر اور جمع مؤنث کی ضمیر کے ساتھ ہوگا جو قوم اور نساء کی طرف راجع ہو۔ اس کے علاوہ دوسری زبان بنی تمیم کی ہے۔

خاص عسی میں دو صورتیں ہیں:

اگر عسی کی اسناد تاء ضمیر یا نون جمع مؤنث یا نون جمع متکلم کی طرف ہو تو اس کے سین کو کسرہ دینا اور فتحہ دینا دونوں جائز ہیں، البتہ فتحہ زیادہ بہتر ہے، کیونکہ وہی اصل ہے۔ امام نافع نے سین کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے جیسے: فھل عسیتم إن تولیتم (محمد: ۲۲) اور باقی لوگوں نے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ عسیتم
کبھی عسی حرف ہوتا ہے لعل کے معنی میں، تو یہ اس کا عمل کرتا ہے، اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے، اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ اس سے ضمیر منصوب متصل ہو۔ اور یہ صورت قلیل ہے۔

الباب السابع: أفعال المدح والذم (ساتواں باب: افعال مدح و ذم)

نعم اور حبذا ان دونوں مدح کے لیے، بئس، ساء اور لا حبذا ان تینوں ذم کے لیے ہیں۔ یہ وہ افعال ہیں جو جامد ہوتے ہیں صیغۂ ماضی کے ساتھ، اور مبالغہ کے طور پر جنس کی مدح و ذم کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اس جنس سے مقصود ایک فرد ہوتا ہے، اس کو مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کہتے ہیں۔ اس کو ان افعال کے بعد میں ذکر کیا جاتا ہے اور اس کو مبتدا کا اعراب دیا جاتا ہے، یہ افعال اور ان کا فاعل اس کی خبر ہوتے ہیں جیسے: نعم القائد ابن الولید، وبئس الخائن مسیلمة، وحبذا الائتلاف، ولا حبذا الاختلاف۔

نعم، بئس اور ساء کا فاعل ان چار میں سے کوئی ہوگا:

۱۔ فاعل اسم ظاہر معرف بالالف لام جنسیہ ہو جیسے: نعم السلاح الحق۔

۲۔ فاعل ایسا اسم ہو جو معرف بالالف لام جنسیہ کی طرف مضاف ہو جیسے: بئس رجل العشیرۃ سمیر، یا ایسے اسم کی طرف مضاف ہو جو معرف بالالف لام جنسیہ کی طرف مضاف ہو جیسے: نعم حکیم شعراء الجاہلیۃ زہیر۔

اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ یہ اسم مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کے مطابق ہو تذکیر وتانیث، افراد، تثنیہ اور جمع ہونے میں، تو کہا جائے گا: نعم الرجل سعید، نعم الرجلان اخواک، ونعم الرجال المومنون، نعم المرأۃ ہند۔

کبھی اسم موصول ان افعال کا فاعل ہوتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس سے جنس مقصود ہو نہ کہ عہد جیسے: نعم الذی یخدم وطنہ سعید، وبئس من یفعل الشر سمیر۔

۳۔ نعم، بئس اور ساء کا فاعل ایسی ضمیر مستتر ہوتی ہے جس کی تفسیر نکرہ منصوب سے کی جاتی ہے تمیز کی بنیاد پر جیسے: نعم زعیماً سعید، نعم قوماً اسرتک۔

۴۔ کبھی ان کا فاعل "ما" کلمہ ما ہوتا ہے جو نکرہ ہوتا ہے شئی کے معنی میں جیسے: نعم ما فاکہۃ صدیقک۔ اس صورت میں یہ جائز ہے کہ "ما" کا میم نعم کے میم میں مدغم ہو جائے۔ تو اجتماع ساکنین کی وجہ سے اس کا عین مکسور ہو جائے گا جیسے نعمّا التقوی۔

نعم، بئس اور ساء اپنے فاعل کے ساتھ مل کر ایسے فعل کے قائم مقام ہو جاتے ہیں جس کا فاعل اسم ظاہر ہوتا ہے۔ اور اگر فاعل مؤنث ہو تو اس پر تا لاحق کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہے، تو کہا جائے گا: نعم الرجل خلیل، نعم ونعمت المرأۃ ہند۔ ان افعال کو اپنے فاعل کے ساتھ مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم سے مؤخر کرنا جائز ہے جیسے: اسلیم نعم الرجل، واخواک نعم الرجلان۔

حبذا اور لاحبذا کو ہمیشہ مخصوص بالمدح اور بالذم سے مقدم کرنا ضروری ہے
حبذا۔ حب، فعل ماضی اور ذا اسم اشارہ سے مرکب ہے، ذا ہمیشہ اس کا فاعل ہوتا ہے اور تمام صورتوں میں اس کو مفرد لانا ضروری ہوتا ہے اور اس کے بعد مخصوص مبتدا محذوف کی خبر ہوتا ہے جیسے: حبذا جوہر، حبذا ہند، حبذا اخواک، حبذا شقیقتاک، حبذا الصادقون، حبذا الفاضلات
اور یہ جائز ہے کہ اس کے بعد ایسی تمیز واقع ہو جو اسم اشارہ سے ابہام کو دور کرے جیسے: حبذا تلمیذاً نجیب، حبذا نجیب تلمیذاً۔

حب کے فاعل کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ مسبوق ہو چار حروف میں سے کوئی ایک ہو۔ مخصوص بالمدح یا بالذم کا موخر ہونا ضروری ہے، اور کبھی ذکر کی معدود ہوتا

جیسے: نعم الرجل رجلٌ یجاهد فی خدمة وطنه۔
یہ بھی جائز ہے مخصوص پر نواسخ داخل ہو جائیں سوائے حبذ کے، چاہے پہلے ہو
جیسے: کان محبب نعم الرجل، یا بعد میں ہو جیسے: نعم الرجل ظننتُ محبّبًا، اور کبھی مخصوص کو حذف کر دیا جاتا ہے جبکہ کلام میں وہ چیز گزر چکی ہو جو اس پر دلالت کرے جیسے: رأینا أمیرَ عظیمًا وَ نعم القائد۔ یعنی: ونعم القائد الامیر۔
الباب الثامن: افعال التعجب (آٹھواں باب: افعال التعجب کے بیان میں)

کیف تکفرون بالله وکنتم امواتا فاحیاکم (البقرہ: ۲۸) اور جیسے حدیث پاک: سبحان الله إن المؤمن لا ینجس اور جیسے کلام عرب میں ہے: لله دره فارسًا، اور جیسے: یالیت عیناها لنا وفاها۔
وضع کے اعتبار سے اس کے دو صیغے ہیں: ما أفعله اور أفعل به
جیسے: ما أجمل الربیعَ وأکرم بالصادق! پہلا صیغہ "أفعلَ" ماضی ہے اور وہ "ما" جو اس کے پہلے ہے وہ نکرۂ تامہ ہے بمعنی شئی، وہ مبتدا ہے

رہا دوسرا صیغہ "أفعل به" تو وہ صیغۂ امر ہے اور فعل امر نہیں ہے، اس سے متعجب منہ (مجرور ہوکر) ملا ہوا ہے اس باء کے ذریعہ جو لفظی طور پر زائدہ ہے، یہ فاعلیت کے سبب محلی طور پر مرفوع ہوتا ہے۔ دونوں صیغوں کا مدلول ان دو افعال التعجب میں ایک ہی ہے۔
افعال تعجب۔ اسم التفضیل کی طرح صرف فعل ثلاثی مثبت، متصرف، معروف تام اور اس فعل سے آتے ہیں جو قابل تفاوت و مفاضلت ہو، اور اس سے صفت مشبہ "أفعل" اور "فعلاء" کے وزن پر نہیں آتی ہے۔ اور اگر ایسے کلمے سے تعجب کا صیغہ لانا مراد ہو جو تمام شرائط کو کافی نہ ہو تو اس کلمے کے مصدر کو "ما أشدَّ" یا "ما أکثر" یا اس کے مثل کے بعد منصوب کر دیا جائے گا یا "أشدِد" یا "أکثِر" یا اس کے مثل کے بعد باء زائدہ کے ذریعہ مجرور کر دیا جائے گا جیسے: ما أشدّ اجتهادَ سلیم، وأعظِم بتقدّم الصناعات بالیابان!
متعجب منہ کا حکم یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو جیسے: ما أحسن الصدق، یا نکرہ مخصوصہ ہو جیسے: أکرِم برجلٍ یجاهد فی خدمة بلادہ۔ دائرہ مطلوبہ کے حصول کے لیے ان دونوں میں مخصوص شخص کی حالت سے ہوگا، تو اگر نکرہ مبہم سے ہو تو اس کی حالت سے تعجب صحیح نہیں ہے پس ما أحسن رجلا نہیں کہا جا سکتا فائدہ کے معدوم ہونے کے سبب۔

فعل تعجب کے معمول کو فعل تعجب پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ فعل تعجب اور متعجب منہ کے درمیان فصل کیا جائے، مگر ظرف کے ذریعہ یا مجرور بالحرف کے ذریعہ اس شرط کے ساتھ کہ فعل تعجب سے متعلق ہو، یا ندا کے ذریعہ جیسے: ما اجمل لیلۃ التیمِ الندیۃ، وما احسنَ بالرجل أن یصدُقَ، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: أعْزِزْ عليَّ - أبا اليقظان - أن أراك صريعًا مجدّلًا.

اکثر ما اور فعل تعجب کے درمیان 'کان' زائد کر دیا جاتا ہے جیسے: ما كانَ أحسنَ عِلمَهُ - اور کان اکثر فعل تعجب کے بعد بھی زائدہ اور بھی ناقصہ واقع ہوتا ہے جیسے: ما أحسنَ ما كان البدرُ ليلةَ امس" صیغۂ ماضی کے ساتھ "وما أحسنَ ما يكون البدرُ ليلةَ الغدِ" صیغۂ مضارع کے ساتھ۔

الاحرف المشبہۃ بالفعل: (حروف مشبہ بالفعل کا بیان)

حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں: إنَّ، أنَّ، كأنَّ، لكنَّ، ليتَ، لعلَّ.

ان کا حکم یہ ہے کہ مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں، مبتدا کو نصب دیتے ہیں اور مبتدا کو ان کا اسم کہتے ہیں اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور اس کو ان کی خبر کہتے ہیں جیسے: إنَّ اللهَ عليمٌ، وكأنَّ العلمَ نورٌ۔

ان کو آخر میں فتحہ ہونے کے سبب مشبہ بالفعل کہتے ہیں اور اسی طرح ہر ایک میں معنیٔ فعل موجود ہونے کی وجہ سے، کیوں کہ تاکید، تشبیہ، استدراک، تمنی اور ترجی سب معانی افعال ہیں۔

'لعلَّ' کو 'علَّ' کہنا بھی جائز ہے اور اس کی اور بھی لغات ہیں جو کم استعمال ہیں۔

یہ فصل گیارہ مباحث پر مشتمل ہے:

المبحث الاول: معانی الاحرف المشبہۃ بالفعل (پہلی بحث: حروف مشبہ بالفعل کے معانی کے بیان میں)

* إنَّ اور أنَّ، ان دونوں کا معنی تاکید ہے، پس یہ دونوں مسند الیہ کو مسند سے متصف کرنے کی تاکید کے لیے ہیں۔

* كأنَّ: اس کا معنی تشبیہ مؤکد ہے، کیوں کہ یہ اصل کے اعتبار سے أنَّ تو کیدیہ اور کاف تشبیہ سے مرکب ہے، پس اگر آپ کہیں: كأنَّ العلمَ نورٌ، تو اصل یہ ہوگی إنَّ العلمَ كالنورِ. پھر نحویوں نے اس تشبیہ کے ساتھ اہتمام کا ارادہ کیا جس کے ذریعہ جملہ بنایا تو کاف کو مقدم کر دیا اور ہمزہ کو فتحہ دے دیا گیا جر کے بعد آنے کے سبب، تو وہ دونوں ایک حرف کی مانند ہوگئے جس سے تشبیہ مؤکد مراد لی جاتی ہے۔ ... ماضی کی طرح

لٰکنّ: اس کے دو معنی ہیں (۱) استدراک (۲) تاکید
استدراک: کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنے کو استدراک کہتے ہیں جیسے: زید شجاع لکنہ بخیل، اور یہ اس لیے ہے کیوں کہ جود شجاعت کے لوازم سے ہے، پس اگر ہم زید کی شجاعت کی تعریف کریں گے، تو سمجھا جائے گا کہ وہ سخی بھی ہے، اس لیے ہم نے اس کلام سے پیدا ہونے والے وہم کو اپنے قول "لکنہ بخیل" سے دور کر دیا۔
تاکید: جیسے: لو جاءنی خلیل لاکرمتہ، لکنہ لم یجئ"، تو ہمارے قول: لو جاءنی خلیل لاکرمتہ سے سمجھا جائے گا کہ خلیل نہیں آیا، اور آپ کا قول: لکنہ لم یجئ اس کے نہ آنے کی تاکید ہے۔
لیت: اس کا معنی ہے، یعنی ایسی چیز کو طلب کرنا جس میں لالچ نہ ہو، یا جس میں دشواری ہو، پہلے کی مثال جیسے شاعر کا شعر ہے:
الا لیت الشباب یعود یوما فاخبرہ بما فعل المشیب
اور دوسرے کی مثال جیسے معسر کا قول: لیت لی الف دینار، کبھی ایسے امر میں بھی استعمال ہوتا ہے جس میں کوئی دشواری نہ ہو جیسے: "لیتک تنجح"
لعلّ: اس کے مشہور معانی دو ہیں (۱) ترجی (۲) اشفاق۔ ترجی کسی پسندیدہ امر کی طلب کو کہتے ہیں جیسے: "لعل الصدیق قادم"۔ اور اشفاق کسی ناپسندیدہ کام کے وقوع سے پرہیز کرنے کو کہتے ہیں جیسے: لعل المریض ھالک۔ لعل صرف ممکن کے لیے استعمال ہوتا ہے برخلاف لیت کے کہ وہ ممکن اور محال دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ مثالیں گزری ہیں۔
کبھی "لعلّ" کی تعلیلیہ کے معنی میں ہوتا ہے جیسے: "ابعث الیّ بدابتک لعلی ارکبھا" یعنی: کی ارکبھا۔ اور جیسے خدا تعالیٰ کا فرمان ہے: لعلکم تتقون (البقرہ: ۲۱)، لعلکم تعقلون (البقرہ: ۷۳)، لعلکم تذکرون (انعام: ۱۵۲) یعنی: کی تتقوا، وکی تعقلوا، وکی تذکروا۔
کبھی ظن کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے: "لعلی ازورک الیوم" یعنی: اظننی ازورک، اور کبھی عسی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے: "لعلک ان تجتھد" اس کی خبر پر اَن کا دخول کی دلیل کے ساتھ، جس طرح عسی کی خبر پر اَن داخل ہوتا ہے۔
المبحث الثانی: اقسام خبرھا (دوسری بحث: اس کی خبر کے اقسام کے بیان میں)
کبھی حروف مشبہ بالفعل کی خبر مفرد یعنی غیر جملہ و شبہ جملہ واقع ہوتی ہے جیسے: کانّ النجم دینار، کبھی جملہ فعلیہ ہوتی ہے جیسے: لعلک اجتھدت، و "ان العلم یعلو صاحبہ" کبھی جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے: ان العالم قدرہ رفیع"

Scanned by CamScanner

اور کبھی خبر شبہ جملہ ہوتی ہے، اور یہ اس طرح کہ خبر مقدر ہو اور اس پر ظرف یا جار مجرور دلالت کرے جو اس سے متعلق ہوں جیسے: إنّ العادل تحت لواء الله، وإنّ الظالم فی زمرة الشیطان"۔

اس صورت میں یہ صحیح ہے کہ کوئی مفرد خبر کی جگہ مقدر ہو جیسے: کائن و... یا کوئی جملہ مقدر ہو جیسے: کان، وجد، یکون اور یوجد، اگر تقدیر مفرد ہو تو خبر بھی مفرد ہوگی اور اگر جملہ ہو تو خبر بھی جملہ ہوگی، حقیقت یہ ہے کہ خبر مفرد اور جملہ کے مشابہ ہے۔ لیکن اس کو شبہ جملہ اقتصاراً و اکتفاءً کہتے ہیں۔

المبحث الثالث: حذف خبرها (تیسری بحث حذفِ خبر کے بیان میں)

ان حروف کی خبر کو حذف کرنا جائز ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) جائز (۲) واجب۔ پس اگر کوئی کون خاص ہو جوازاً حذف کردیا جاتا ہے یعنی وہ کلمات جن سے خاص معنی مراد ہوں، اس شرط کے ساتھ کہ اس پر کوئی دلیل ہو، جیسے فرمانِ الٰہی ہے: إنّ الذین کفروا بالذکر لما جاءهم وإنه لکتاب عزیز (۴۱) معنی: إن الذین کفروا بالذکر معاندون، او هالکون او معذبون۔ اور اگر کون عام ہو تو خبر وجوباً حذف ہو جائے گی یعنی ایسے کلمات جو مطلق وجود یا مطلق کون پر دلالت کریں، پس اس سے کوئی خاص واقعہ یا کوئی معین فعل نہیں سمجھا جائے گا جیسے: کائن، موجود، حاصل۔ اور اس کے دو مواضع ہیں

(۱) الاول: 'لیت شعری' کے بعد جبکہ اس سے کوئی کلمۂ استفہام متصل ہو، جیسے: لیت شعری هل تنهض الامة؟ ولیت شعری متی تنهض؟ یعنی: علمی حاصل، اور معنی یہ ہے: لیتنی اشعر بذلك یعنی: اعلمه واد... اور جملہ استفہام یہاں محل نصب میں ہیں کیوں کہ وہ مشتق کے مصدر شعر کا مفعول ہے۔

(الثانی): کلام میں کوئی ظرف ہو یا جار و مجرور ہوں اور وہ دونوں اس سے متعلق ہوں تو ظرف یا جار و مجرور کے ذریعہ اس سے مستغنی ہو جائے گا مثلاً: إنّ العلم فی الصدور، وإنّ الخیر امامك"۔ پس یہاں ظرف اور جار و مجرور اس خبر محذوف کے ساتھ متعلق ہیں جو کائن، موجود یا ثابت...

المبحث الرابع: تقدیم خبرها (چوتھی بحث خبر کو مقدم کرنے کے بیان میں)

ان حروف کی خبر کو نہ تو ان حروف پر مقدم کرنا جائز ہے اور نہ اسم پر، رہا معمول خبر تو اس کو اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جبکہ ظرف ہو یا مجرور بحرف جر ہو جیسے: إنّ عندك زیداً مقیم۔ اور اسی قبیل سے ہے کہ خبر محذوف ہو اور اس پر ظرف یا مجرور دلالت کر رہے ہوں اور وہ اسم پر مقدم ہوں جیسے: إنّ فی الدار زیداً۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إنّ فیها قوماً جبارین

Scanned by CamScanner

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا (المزمل: ٧)۔
پس ظرف اور جار مجرور خبر محذوف سے متعلق ہیں حالانکہ اس کا مؤخر مقدر ہونا واجب ہے، کیوں کہ خبر کو اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہاں ظرف اور جار مجرور خبر نہیں ہے جیسا کہ بہت سے نحویوں نے تساہلی برتی ہے۔ بلکہ وہ دونوں خبر محذوف کے معمول ہیں کیوں کہ وہ دونوں خبر سے متعلق ہیں۔

اگر معمول خبر ظرف یا مجرور ہو تو اس کو دو جگہ حذف کرنا واجب ہے:
معمول خبر کو مؤخر کرنے سے متاخر کی طرف لفظاً اور رتبۃً ضمیر کا لوٹنا لازم آئے، اور یہ صورت ممنوع ہے جیسے: إِنَّ فِي الدَّارِ صَاحِبَهَا۔
تو 'إِنَّ صَاحِبَهَا فِي الدَّارِ' کہنا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ 'ھا' ضمیر 'دار' کی طرف راجع ہے اور 'دار' لفظاً اور رتبۃً متاخر ہے، کیوں کہ معمول خبر کا رتبہ خبر ہی کی طرح مؤخر ہوتا ہے۔
اسم لام تاکید سے ملا ہوا ہو جیسے: وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ (اللیل: ١٣) اور جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ (آل عمران: ١٣)
رہا معمول خبر کو خود خبر پر مقدم کرنا اس طرح کہ معمول خبر اسم اور خبر کے درمیان ہو، تو یہ جائز ہے چاہیں معمول خبر ظرف یا مجرور ہو یا اس کے علاوہ ہو جیسے: إِنَّكَ عِنْدَنَا مُقِيمٌ، مجرور کی مثال: إِنَّكَ فِي الْمَدْرَسَةِ تَتَعَلَّمُ، ظرف اور مجرور کے علاوہ کی مثال: إِنَّ سَعِيدًا دَرْسَهُ يَكْتُبُ۔

فائدہ: جب إِنَّ یا اخوات إِنَّ سے کوئی بھی ظرف یا جار مجرور کے بعد آئے تو اس کا اسم مؤخر ہوگا۔ پس طالب کو چاہیے کہ اس کو زبر دے، کیوں کہ بہت سے کاتب اور متکلمین غلطی کرتے اور اس کو خبر گمان کرتے ہوئے رفع دے دیتے ہیں۔ جیسے: "إِنَّ عِنْدَكَ لَخَيْرًا" اور جیسے: إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً، وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا۔

البحث الخامس: لام التاكيد بعد إِنَّ المكسورة الهمزة۔ (پانچویں بحث: إِنَّ مکسورہ کے بعد لام تاکید کا ہونا)

إِنَّ اپنے تمام اخوات کے درمیان اس بات کے لیے خاص ہے کہ اس کے اسم پر لام تاکید داخل ہو جیسے: إِنَّ فِي السَّمَاءِ لَخَبَرًا، وَإِنَّ فِي الْأَرْضِ لَعِبَرًا۔ اس کی خبر پر لام تاکید ہو جیسے: إِنَّ الْحَقَّ لَمَنْصُورٌ۔ اس کے معمول خبر پر لام تاکید داخل ہو جیسے: إِنَّ لِلْخَيْرِ يَفْعَلُ۔ ضمیر فصل پر لام تاکید داخل ہو جیسے: إِنَّ الْمُجْتَهِدَ لَهُوَ الْفَائِزُ۔ یہاں وہی لام ہے جس کو لام ابتدا کہتے ہیں۔

البحث السادس: شروط دخول لام التاكيد (چھٹا باب: لام تاکید کے دخول کے شرائط)
إِنَّ کے اسم پر لام تاکید داخل ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ ظرف یا جار مجرور کے بعد واقع

Scanned by CamScanner

ہو جو خبر محذوف سے متعلق ہوں جیسے: إنّ عندك لخيراً عظيماً، وإنّ لك لَمُتلقًا كريماً۔

اگر ظرف یا جار مجرور سے پہلے واقع ہو تو اس کو لام کے ساتھ ملانا جائز نہیں ہے تو یہ نہ کہا جائے گا: إنّ لخيراً عندك، وإنّ لخلقًا كريمًا لك۔

۲- لام تاکید کے خبر پر داخل ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ ادات شرط یا ادات نفی سے متصف نہ ہو اور نہ ایسا ماضی متصرف ہو جو قد سے خالی ہو۔ پس اگر خبر ان چیزوں سے کوئی ایک ہو تو اس لام کا اس پر داخل جائز نہیں ہے۔ وہ مثال جو شرط کو پوری طرح شامل ہے وہ یہ ہے: إنّ ربّي لسميعُ الدعاء (ابراهیم: ۳۹) اور جیسے: وإنّ ربّك ليعلم (نمل: ۷۴) اور جیسے: وإنّا لنحن نحيي ونميت (حجر: ۲۳)

جب إنّ کی خبر، لام تاکید کے ملانے کی شرائط کو کافی ہو جائے، تو اس پر لام تاکید کا دخول جائز ہے۔ خواہ مفرد ہو جیسے: إنّ الحق لمنصورٌ، یا جملہ اسمیہ ہو جیسے: إنّ الحق لصوتُه مرتفع، یا جملہ مضارعیہ ہو جیسے: إنّ ربّك ليحكم بينهم، یا جملہ ماضیہ جامدہ ہو جیسے: إنك لنعم الرجل، یا متصرف مقترن بقد ہو جیسے: إنّ الانتصار لقد اقترب موعده۔

اگر حذف کر دی جائے تو ظرف اور جار مجرور جو خبر سے متعلق ہوں اس پر لام کا دخول جائز ہے جیسے: إنّ اخاك لعندي، وإنّ اباك لفي المحراب اور جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وإنك لعلى خلق عظيم (القلم: ۴)

۳- لام تاکید کے معمول خبر پر داخل ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں (۱) لام تاکید اسم و خبر کے درمیان ہو۔ (۲) خبر لام تاکید سے خالی ہو، لیکن وہ اس لام کے دخول کی صلاحیت رکھتی ہے جیسے: إنّ سليمًا لفي حاجتك ساعٍ، وإنه ليوم الجمعة آتٍ، وإنه لأمرك مطيع۔

رہی ضمیر فصل تو اس پر لام تاکید کے دخول کے لیے کوئی شرط نہیں ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: إنّ هذا لهو القصص الحق (آل عمران: ۶۲)

المبحث السابع: شرح لام الابتداء (ساتویں بحث لام ابتدا کی تفصیل و تشریح)

لام ابتدا تین جگہوں میں داخل ہوتا ہے۔

الاول: باب مبتدا میں اور اس کی دو صورتیں ہیں:

۱- لام ابتدا مبتدا پر داخل ہو اور مبتدا خبر پر مقدم ہو، لام تاکید کا مبتدا پر داخل ہونا ہی اصل ہے جیسے: لأنتم أشد رهبة في صدورهم (الحشر: ۱۳) اگر خبر پر مؤخر ہو جائے تو اس پر لام ابتدا کا دخول ممنوع ہے، پس یہ نہیں کہا جائے گا: قائم لزيدٌ۔ اور اس تعلق سے جو سنا گیا ہے تو ضرورت شعری کی وجہ سے ہے، شاذ ہے اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔

لامِ ابتدا خبر پر داخل ہو اور خبر مبتدا پر مقدم ہو جیسے لمجتہدٌ انتَ، اگر خبر مؤخر ہوتا تو اس کا دخول ممنوع ہے پس یہ نہیں کہا جاتا انتَ لمجتہدٌ اور جو اس قول سے سنا گیا ہے شاذ ہے اس پر توجہ نہیں کی جاتی۔ بعض علماء ایسے ہیں جنہوں نے لامِ ابتدا کا دخول خبر پر ناجائز قرار دیا ہے چاہے خبر مقدم ہو یا مؤخر۔

الثانی، إنَّ مکسورہ کے باب میں۔ گزر چکا ہے کہ لامِ ابتدا إنَّ کے اسم مؤخر پر داخل ہوتا ہے، اور اس کی خبر پر، چاہے وہ اسم ہو یا فعل مضارع یا ماضی جامد یا ماضی متصرف مقرون بقد ہو۔ اور ظرف اور جار مجرور جو خبر محذوف سے متعلق ہوں ان پر داخل ہوتا ہے، اور معمول خبر پر داخل ہوتا ہے۔

الثالث: إنَّ اور مبتدا کے علاوہ باب میں۔ اور یہ تین مسائل پر مشتمل ہے:

فعل مضارع پر جیسے: لتنقص الامۃ نقتفیۃ اثاثا جھودھا"

فعل ماضی جامد پر جیسے: لبئس ما کانوا یعملون (مائدہ: ۶۲)

ماضی متصرف مقرون بقد پر جیسے: لقد کانَ فی یوسف واخوتہ آیٰتٌ للسائلین (یوسف)

نوٹ: بعض علماء کا ماننا ہے کہ اس باب میں ماضی پر داخل ہونے والا لام، لامِ قسم ہے، قسم محذوف ہے اور لام کا مصحوب اس کا جواب ہے۔

لامِ ابتدا کے دو فائدے ہیں۔

الفائدۃ الاولی: جملہ مثبتہ کے مضمون میں تاکید پیدا کرنا، اسی لیے اس کو لامِ تاکید کہتے ہیں۔ اور اس کو لامِ ابتدا کہتے ہیں، کیوں کہ وہ اصل کے اعتبار سے مبتدا پر داخل ہوتا ہے یا یہ کہ وہ ابتدائے کلام میں واقع ہوتا ہے۔

پس اگر لام تاکید کے لیے ہو اور اس پر إنَّ داخل ہو جائے تو وہ اس کو خبر کی طرف کر دیتا جیسے: إنَّ ربّی لسمیعُ الدعاء (ابراہیم: ۳۹) اور یہ اس لیے ہے کیوں کہ دو تاکید ایک ساتھ صدرِ جملہ میں واقع ہیں یعنی لام اور إنَّ۔ اور اسی لیے اس کو لامِ مزحلقہ کہتے ہیں۔

اور چوں کہ لام اثبات میں تاکید کرتا ہے، اس لیے اس کا نفی پر دخول ممنوع ہے چاہے لفظی ہو یا معنی، لفظی کی مثال: إنکَ لا تکذب۔ معنی نفی کی مثال: إنکَ لو اجتہدتَ لاکرمتُکَ، وإنکَ لولا اھمالُکَ لفزتَ۔ پس اجتہاد اور اکرام لو کے بعد منفی ہیں اور فوز (کامیابی) لولا کے بعد منتفی ہے۔

الفائدۃ الثانیۃ: لامِ ابتدا خبر کو حال کے لیے خالص کر دیتا ہے، اسی فعل مضارع حال و استقبال دونوں کا احتمال رکھنے کے باوجود لامِ ابتدا کے دخول کے بعد زمانہ حال کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے۔

چوں کہ لام زمانۂ حال میں خبر کی تاکید کے لیے آتا ہے اس لیے اس کا ماضی اور مضارع

Scanned by CamScanner

پر دخول ممتنع ہے، لیکن اگر ماضی جامد ہو یا متصرف مقرون بقد ہو تو جائز ہے۔ رہا جامد تو وہ اس لیے کہ وہ نہ کسی واقعہ پر دلالت کرتا ہے نہ کسی زمانہ پر اور رہا مقرون بقد تو وہ اس لیے کہ 'قد' ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے۔

البحث الثامن: لحوق ما الکافۃ بھا: (آٹھویں بحث ما کافہ کا حروف مشبہ سے ملحق ہونا)

اگر حروف مشبہ بالفعل سے 'ما' زائدہ ملحق ہو جائے تو وہ ان کو عمل سے روک دیتا ہے، پس اس کا مابعد مبتدا اور خبر بن جاتا ہے۔ اس 'ما' کو ما کافہ کہتے ہیں، کیونکہ جس سے یہ لاحق ہوتا ہے اس کو عمل سے روک دیتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: إنما أنا بشر مثلکم یوحیٰ إلیّ أنما إلٰھکم اللہ واحد (کہف: ۱۱) اور جیسے: کأنما العلم نور، و لعلما اللہ یرحمنا۔ البتہ 'لیت' میں عمل دینا اور اس کو مہمل قرار دینا دونوں صورتیں جائز ہیں، اس 'ما' کے لاحق ہونے کے بعد جیسے: لیتما الشباب یعود، و لیتما الشبابَ یعود۔ اس وقت اس کو عمل دینا مہمل قرار دینے سے زیادہ اچھا ہے۔

جب ان حروف پر ما کافہ داخل ہوتا ہے تو ان حروف کے اسماء کے ساتھ خاص ہونے کو زائل کر دیتا ہے، اسی لیے اس کو مہمل قرار دیا جاتا ہے، اور اس کا جملہ فعلیہ پر دخول جائز ہو جاتا ہے جس طرح جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے سوائے لیت کے، جملہ فعلیہ پر دخول کی مثال: کأنما یساقون إلی الموت (الانفال: ۶) اور جملہ اسمیہ پر دخول کی مثال: قل إنما أنا بشر مثلکم یوحی إلیّ أنما إلٰھکم اللہ واحد اور جیسے: إنما اللہ إلٰہ واحد (النساء: ۱۷۱)

اور رہا 'لیت' تو وہ اسماء کے ساتھ ہی خاص رہتا ہے، ما کافہ کے دخول کے بعد، پس وہ جملہ فعلیہ پر داخل نہیں ہوتا ہے، اور اس صورت میں اختصاص کو باقی رکھنے کے لیے اس کو عمل دینا جائز ہے اور باقی حروف پر محمول کرتے ہوئے اہمال بھی جائز ہے۔ اس مسئلہ میں ابن ابی ربیع اور طاہر قزوینی نے اختلاف کیا ہے، ان کے پیش نظر لیت پر ماکافہ داخل ہونے کی صورت میں 'لیت' جملہ فعلیہ پر داخل ہو سکتا ہے جیسے: لیتما قام زید۔ اس مسئلہ کی وضاحت ابن ہشام نے اپنی دو کتابوں "مغنی اللبیب" اور "اوضح المسالک" میں کی ہے۔

فائدۃ ھامۃ (ایک اہم فائدہ)

ان حروف پر لاحق ہونے والا 'ما' اگر اسم موصول ہو یا حرف مصدری ہو تو وہ ان کو عمل سے نہیں روکے گا، بلکہ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دے گا، اگر ما موصول لاحق ہو جائے تو 'ما' اس کا اسم ہوگا جو محلاً منصوب ہوگا جیسے: إنّ ما عندکم ینفد (النحل: ۹۶) یعنی: إنّ الذی عندکم ینفد۔ اگر ما مصدری لاحق ہو جائے تو اس کا مابعد إنّ کا اسم ہونے کی وجہ سے مصدر منصوب کی تاویل میں ہوگا

المبحث التاسع: حكم المعطوف على أسماء هذه الحروف

(دسویں بحث: ان حروف کے اسماء پر معطوف کا حکم)

جب آپ حروف مشبہ بالفعل کے اسماء پر عطف کریں گے تو عطف بالنصب کریں گے، خواہ معطوف خبر سے پہلے ہو یا اس کے بعد۔ پہلے کی مثال: إنّ سعيدًا وخالدًا مسافران، دوسرے کی مثال: إنّ سعيدًا مسافرٌ وخالدًا۔

کبھی خبر کے استکمال کے بعد، حرف عطف کے بعد رفع دیا جاتا ہے، کیونکہ وہ خبر محذوف کا مبتدا ہے۔ اور یہ صورت إنّ، أنّ اور لكنّ کے بعد ہوتی ہے فقط، جیسے: إنّ سعيدًا مسافرٌ وخالدٌ، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وأذانٌ من الله ورسوله إلى الناس يوم الحج الأكبر أنّ الله بريءٌ من المشركين ورسولُه۔ لكنّ کی مثال: اللاعبون مجتمعون لكنّ قائدَ الفريق غائبٌ والمدرِّبُ۔

کبھی کسی غرض نحوی کی وجہ سے استکمال خبر سے قبل، عاطف کے بعد رفع دیا جاتا ہے، اس وجہ سے کہ وہ خبر محذوف کا مبتدا ہے، پس اس کا جملہ إنّ کے اسم اور اس کی خبر کے درمیان جملہ معترضہ ہو جائے گا، جیسے شاعر کا یہ شعر:

فمن يكُ أمسى بالمدينة رحلُه — فإني وقيّارٌ بها لغريبُ

اور اسی کے متعلق ارشاد باری ہے: إنّ الذين آمنوا والذين هادوا والصابئون والنصارى من آمن بالله واليوم الآخر وعمل صالحًا فلا خوفٌ عليهم ولا هم يحزنون (المائدة: 69)

المبحث العاشر: أحوال همزة إنّ (دسویں بحث۔ ہمزہ إنّ کے احوال)

جہاں إنّ اور اس کے معمول کی جگہ مصدر رکھنا صحیح نہ ہو وہاں إنّ کے ہمزہ کا مکسور ہونا واجب ہے اور جہاں إنّ اور اس کے معمول کی جگہ مصدر رکھنا صحیح ہو وہاں ہمزۂ إنّ کا مفتوح ہونا واجب ہے۔ اور جہاں اگر دونوں رکھنا صحیح ہوں وہاں فتحہ اور کسرہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

پس اگر إنّ کے مابعد کو مصدر مرفوع یا منصوب یا مجرور کی تاویل میں کرنا واجب ہو اس طرح کہ جملہ کی ترکیب کا لغیرہ ضروری ہو تو اس صورت میں إنّ کا ہمزہ وجوبی طور پر مفتوح ہوگا جیسے: يعجبني أنك مجتهد۔ تاویل یہ ہوگی: يعجبني اجتهادك۔ اور جیسے: سُررتُ بأنك قادم، تاویل: سُررتُ بقدومك۔ یہاں أنّ کے مابعد کی تاویل مصدر سے ہونا واجب ہے، اس لئے کہ اگر ہم تاویل نہ کریں گے تو "يعجبني" بغیر فاعل کے، "علمتُ" بغیر مفعول کے اور "با" بغیر مجرور کے ہو جائے گا۔ پس مصدر مؤول پہلی مثال میں فاعل دوسری میں مفعول اور تیسری میں مجرور ہے۔

اگر إنّ کے مابعد کو مصدر کی تاویل میں کرنا صحیح نہ ہو یعنی اس جملہ کی ترکیب تالیعہ صحیح نہ ہو جس میں "إنّ" ہے، تو "إنّ" کے ہمزہ کا مکسور ہونا واجب ہے کیونکہ إنّ اور اس کا مابعد جملہ ہے جیسے: إنّ الله رحيم۔ یہاں مصدر سے تاویل کی

صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اگر آپ کہیں: "یا حمامۃ اللہ" تو معنی ناقص ہو
اگر "اِنّ" کے مابعد کو مصدر کی تاویل میں کرنا جائز ہو اور نا
کرنا بھی جائز ہو، تو دو صورتیں جائز ہیں (۱) فتحہ (۲) کسرہ۔ جیسے: اُحِبُّ
علیًّا، اِنّہ کریم۔ یہاں کسرہ اس لیے جائز ہے کیوں کہ اِنّ اپنے ما
سے جملۂ تعلیلیہ ہے اور فتحہ لام کی تقدیر پر جائز ہے، اس صورت
کا مابعد مصدر کی تاویل میں ہوگا اور تاویل یہ ہوگی: اُحِبُّ اللہ لکَم
اور یہاں دو صورتیں جائز ہیں کسرہ زیادہ بہتر اور کثیر الاستعمال
اس لیے کہ کسرہ کے ساتھ تاویل کے تکلّف کی ضرورت نہیں ہوتی ہے

الف۔ مواضع "اِنّ" المکسورۃ الھمزۃ وجوبًا (ہمزہ کے وجوبًا مکسور ہونے کے
جہاں "اِنّ" کے مابعد کو مصدر کی تاویل میں کرنا صحیح نہ ہو وہاں
کے ہمزہ کا مکسور ہونا واجب ہے، اور یہ کل گیارہ جگہیں ہیں۔

۱۔ اِنّ ابتدائے کلام میں واقع ہو چاہے حقیقۃً ہو جیسے: اِنّا انزلناہ فی لیلۃ
القدر (القدر ۱) یا حکمًا ہو جیسے: الا اِنّ اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا
یحزنون (یونس: ۶۲)
حکمًا ابتدائے کلام میں واقع ہونے کی صورت یہ ہے کہ حرف تنبیہ کے بعد
ہو جیسے، اَلا، یا حرف استفتاح کے بعد ہو جیسے: الا، اَما، یا حرف تحضیض (ھلّا
بعد ہو یا حرف ردع (کلا) کے بعد ہو یا حرف جواب (نعم اور لا) کے بعد
اسی طرح وہ جو حتّیٰ ابتدائیہ کے بعد ہو جیسے: مرض زیدٌ حتّی اِنّھم لا یرجونہ
وقول ما لنہ حتّی اِنّھم لا یکلمونہ" اس کے بعد جملے کا کوئی اعراب نہ ہوگا
کیوں کہ یا ابتدائیہ ہوگا یا استئناف فیہ۔

۲۔ حیث کے بعد واقع ہو جیسے: اِجلس حیث اِنّ العلم موجود۔

۳۔ اِذ کے بعد واقع ہو جیسے: جئتک اِذ اِنّ الشمس تطلع۔

۴۔ اس جملہ کے شروع میں واقع ہو جو موصول کا صلہ ہو جیسے: جاء الذی اِنّہ مجتہد

۵۔ اِنّ اپنے مابعد کے ساتھ مل کر جواب قسم واقع ہو جیسے: واللہ اِنّ العلم نور
اور اسی قبیل سے ارشاد باری تعالیٰ ہے: والقرآن الحکیم اِنّک لمن المرسلین (یٰس

۶۔ اس قول کے بعد واقع ہو جو معنیٔ ظن کو متضمن نہ ہو جیسا کہ ارشاد باری:
قال اِنّی عبد اللہ۔ اور اگر معنیٔ ظن کو متضمن ہو تو "اَنّ" کا ہمزہ مفتوح ہوگا
کیوں کہ اس صورت میں اس کا مابعد مفعول بہ کی تاویل میں ہوگا جیسے: اَ
تقول: اَنّ عبد اللہ یفعل ھذا؟ یعنی: اَتظن اَنّہ یفعلہ؟"

۷۔ اِنّ اپنے مابعد سے مل کر حال واقع ہو جیسے: جئتُ واِنّ الشمس

تغرب۔ اسی تعلق سے ارشاد باری تعالیٰ ہے: کما اخرجک ربک من بیتک بالحق و
اِنّ فریقا من المؤمنین لکٰرھون (الانفال: ۵)
اِنّ اپنے مابعد کے ساتھ مل کر اپنے ماقبل کی صفت واقع ہو جیسے: جاء رجل
اِنّہ فاضلٌ۔
اِنّ جملہ استثنائیہ کے شروع میں پڑے۔ جیسے: یزعم فلانٌ انّی اسأتُ
الیہ، اِنّہ لکاذب۔ یہ تمام صورتیں جو مذکور ہوئیں یہ سب اِنّ کے ابتدائے
کلام میں وقوع کی ہیں۔
اِنّ کی خبر پر لام ابتدا واقع ہو جیسے: علمتُ اِنّک لمجتہد۔ اسی کے متعلق
فرمان الٰہی ہے: واللہ یعلمُ اِنّک لرسولہٗ واللہ یشہد اِنّ المنافقین
لکاذبون (المنافقون: ۱)
اِنّ اپنے مابعد کے ساتھ مل کر اسم عین کی خبر واقع ہو جیسے: خلیلٌ اِنّہ کریم
اسی تعلق سے ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنّ الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصٰبئین
والنصٰری والمجوس والذین اشرکوا اِنّ اللہ یفصل بینھم یوم القیامۃ (حج)
مواضع اَنّ المفتوحۃ الھمزۃ وجوبًا (ہمزہ کے وجوبی طور پر مفتوح ہونے کے مواقع)
اَنّ کا ہمزہ اس جگہ مفتوح ہوتا ہے جہاں اس کے مابعد کو مصدر مرفوع یا
منصوب یا مجرور کی تاویل میں کرنا واجب ہوتا ہے۔ یہ کل گیارہ مقامات ہیں۔
اَنّ اور اس کا مابعد فاعل کی جگہ ہو جیسے: بلغنی اَنّک مجتہد۔ اسی تعلق سے
فرمان باری تعالیٰ ہے اَوَلم یکفھم اَنّا اَنزلنا علیک الکتٰب (العنکبوت: ۵۱)
فاعل کی جگہ واقع ہونے کی صورت سے یہ بھی ہے کہ لو کے بعد واقع ہو جیسے۔
لو اَنّک اجتہدتَ لکانَ خیراً لک۔ اسی قبیل سے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ولو اَنّھم
اٰمنوا واتقوا لمثوبۃ من عند اللہ خیرٌ (البقرہ: ۱۰۳)
مذکورہ صورت ہی سے یہ بھی ہے کہ ما مصدریہ ظرفیہ کے بعد واقع ہو جیسے: لا اُکلّمک
ما اَنّک کسول۔ اسی کے متعلق عربوں کا قول ہے: لا اُکلّمہ ما اَنّ حراء مکانہ
او ما اَنّ فی السماء نجما۔
اَنّ اور اس کا مابعد نائب فاعل کی جگہ واقع ہو جیسے: عُلم اَنّک منصرف
اسی تعلق سے ارشاد باری ہے: قل اُوحی اِلیّ اَنّہ استمع نفرٌ من الجنّ (الجن۔۱)
اَنّ اور اس کا مابعد مبتدا کی جگہ ہو جیسے، حسنٌ اَنّک مجتہدٌ۔ اسی تعلق ارشاد
باری تعالیٰ ہے: ومن اٰیٰتہ اَنّک تری الارض خاشعۃً (فصلت: ۳۹)
اَنّ اور اس کا مابعد ایسے اسم معنی کی خبر ہو جو مبتدا واقع ہو یا اِنّ کا اسم
واقع ہو جیسے: حسبک اَنّک کریمٌ اور جیسے: اِن ظنّی اَنّک فاضلٌ۔ اگر مخبر عنہ

Scanned by CamScanner

اسم یمین ہو تو ہمزہ اِنّ کا مکسور ہونا واجب ہے، جیسا کہ ازرا، کیوں
کہیں: خلیلیؐ أنّہ کریم، فتحہ کے ساتھ، تو تاویل یہ ہوں: خلیلیؐ ک
لیس معنی ناقص ہو جائیگا۔

۵۔ اَنّ اور اس کا مابعد مرفوع کے تابع کی جگہ واقع ہو، اس بنا
وہ معطوف علیہ یا اس سے بدل ہو، پہلے کی مثال: بلغنی اجتہادد
حسن الخلق، دوسرے کی مثال: یعجبنی سعیدٌ أنّہ مجتہدٌ۔

تؤوّل بمصدرٍ منصوبٍ فی ثلاثۃ مواضع (تین جگہ مصدر منصوب
میں ہوتا ہے)

۱۔ اَنّ اور اس کا مابعد مفعول بہ کی جگہ ہو جیسے: علمتُ أنّک مجتہدٌ۔ ا
سے ارشاد باری ہے: ولا تخافون أنّکم أشرکتم باللہ (الانعام: ۸۱) ا
قبیل سے یہ بھی ہے کہ اَنّ اس قول کے بعد واقع جو معنیٰ ظن کو متضمن ہو ج

۲۔ اَنّ اور اس کا مابعد کان یا اخوات کان سے کسی ایک کی خبر واقع ہو
شرط کے ساتھ کہ اس کا اسم اسم معنی ہو جیسے: کانَ علمی، او یقینی، أنّہ
تتبع الحقَّ۔

۳۔ اَنّ اور اس کا مابعد عطف یا بدلیت کے ذریعہ منصوب کے تابع کی ج
پہلے کی مثال: علمتُ مجیئکَ وأنّکَ منصرفٌ۔ اسی تعلق سے فرمانِ ب
ہے: اذکروا نعمتی التی انعمتُ علیکم وأنّی فضلتکم علی العالمین (ب
۴۷)، دوسرے کی مثال: احترمتُ خالداً أنّہ حسنُ الخلق۔ اسی کے متع
ارشاد باری تعالیٰ ہے: وإذ یعدکم اللہ إحدی الطائفتین أنّہا لکم

تؤوّل بمصدرٍ مجرورٍ فی ثلاثۃ مواضع: (تین جگہ مصدر مجرور کی تاویل میں ہوتا

۱۔ اَنّ حرف جر کے بعد واقع ہو تو اس کا مابعد مصدر مجرور کی تاویل میں ہوگا جیسے
عجبتُ من أنّک مہملٌ۔ اسی تعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: ذلک بأنّ اللہ ھو الحقُّ (ا

۲۔ اَنّ اپنے مابعد کے ساتھ مل کر مضاف الیہ کی جگہ واقع ہو جیسے: جئتُ قبل
الشمسِ تطلع۔ اسی قبیل سے ارشاد باری ہے: إنّہ لحقٌ مثلما أنّکم تنطقون (ذا

۳۔ اَنّ اور اس کا مابعد مجرور کے تابع کی جگہ واقع ہو چاہے عطف کے ذریعہ چاہے بدلیت
کے ذریعہ۔ عطف کی مثال: سررتُ من أدبِ خلیلٍ وأنّہ عاقلٌ، بدلیت کی مثا
عجبتُ منہ أنّہ مہملٌ۔

المواضع التی تجوز فیہا إنّ وأنّ "(وہ جگہیں جہاں اِنّ اور اَنّ دونوں لانا
دو صورتیں جائز ہیں: ہمزہ کو کسرہ دینا اور اس کو فتحہ دینا، جہاں دونوں اعتبار درست
ہوں: مابعد کے ساتھ مل کر مصدر کی تاویل میں ہونا (۲) مابعد کے ساتھ مل کر مصدر کی

Scanned by CamScanner

دیل میں نہ ہونا۔ یہ کل چار جگہیں ہیں۔

اذا فجائیہ کے بعد جیسے: خرجتُ فاذا انّ سعیداً واقف۔ پس فاذا سعیدٌ واقف
اعتبار سے کسرہ اصل ہے، اور اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ وہ اپنے مابعد کے ساتھ
جیسے مصدر کی تاویل میں ہے جو مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے تو فتحہ اصل ہے،
اور تاویل یہ ہوگی: فاذا وقوفه حاصل۔ اور شاعر کا قول دونوں صورتوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:
کنتُ أری زیداً ۔ کما قیل ۔ سیّداً إذا أنّه عبد القفا واللهازم

اء جزا کے بعد واقع ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: من عمل منکم سوءاً بجهالة ثمّ
تاب من بعده وأصلح فإنّه غفورٌ رحیم (انعام: ۵۴)۔ پس کسرہ ہوگا "فهو غفور رحیم"
کے اعتبار سے اور فتحہ ہوگا "فالغفران والرحمة حاصلان" یا "فالحاصل الغفران والرحمة"
کے اعتبار سے، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وإن مسّه الشرّ فیؤوس
(فصلت: ۴۹) یعنی: فهو یؤوس۔ ایسا ہی اوضح المسالک میں ہے۔
انّ اپنے مابعد کے ساتھ مل کر تعلیل کی جگہ واقع ہو جیسے: أکرمه إنّه مستحق الاکرام
جو دونوں صورتوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، ارشاد باری ہے: وصلّ علیهم إنّ صلوتك
سکنٌ لهم (توبہ: ۱۰۳)
لا جرم کے بعد واقع ہو جیسے: لا جرم انّك علی حقّ۔ اور فتحہ کثیر الاستعمال ہے
لقدرت الوجہ ارشاد فرماتا ہے: لا جرم أنّ الله یعلم ما یسرّون وما یعلنون (نحل)
سیبویہ کے نزدیک فتحہ اس لیے ہے کیوں کہ "جرم" فعل ماضی ہے۔ اور وہ مصدر
"انّ" اور اس کے معمول کے ذریعہ مؤول ہے وہ "جرم" کا فاعل ہے اور "جرم" کا معنی
حق، ثبت اور وجب ہے۔ جرم کی اصل قطع یعنی یقین ہے اور تمام چیزوں پر اللہ تعالیٰ
کا علم یقینی ہے کیوں کہ وہ حق ہے ثابت ہے۔ اور "لا" زائدہ ہے۔ مذکورہ بالا آیت کا معنی یہ ہوگا:
جب لأنّ الله یعلم الخ۔ اور فرّا نحوی کے نزدیک فتحہ اس لیے ہے کیوں کہ وہ "لا رجل"
کے درجے میں ہے اور ان دونوں کا معنی "لا بدّ" ہے اور "من" اس کے بعد مقدر ہے یا
پھر ان دونوں کا معنی "لا محالۃ" ہے اور "فی" اس کے بعد مقدر ہے۔ اور فرّا نے یہاں "لا"
کے زائد ہونے کی تردید کی ہے، اور علت بیان کی ہے کہ "لا" ابتدائے کلام میں زائد نہیں ہوتا۔
اور فرّا نے جو کسرہ کے بارے میں بیان کیا ہے وہ اس طور پر کہ بعض عرب "لا جرم"
کو قسم کے درجے میں مانتے ہیں اور کہتے ہیں: لا جرم لآتینّك
پس جو "لا جرم" کو قسم کے درجے میں مانتا ہے وہ "انّ" کے ہمزہ کو کسرہ دیتا ہے اور انّ
مکسورہ اور اس کے اسم و خبر کو جواب قسم بناتا ہے۔ اس کا اعراب "لا بدّ" کے اعراب کی
طرح ہے بایں طور کہ "جرم" "لا" کا اسم ہے اور رہی اس کی خبر تو جواب قسم اس سے مستغنی
ہو گیا ہے۔

Scanned by CamScanner

لیا گیا جہاں اَنَّ کو فتحہ دینا اور کسرہ دینا دونوں جائز ہو تو کسرہ اولیٰ ہے، کیونکہ وہی اصل ہے، اور کیونکہ اس میں تکلف نہیں ہے، لیکن اگر وہ کلام کے بعد پڑے تو فتحہ زیادہ استعمال ہے۔

المبحث الحادی عشر: تخفیف إنّ وأنّ وكأنّ ولكنّ (گیارہویں بحث: إنّ، أنّ، كأنّ اور لكنّ کی تخفیف کے بیان میں)

إنّ، أنّ، كأنّ اور لكنّ میں نون ثانیہ کو حذف کر کے تخفیف کرنا جائز ہے، پس إنْ، أنْ، كأنْ اور لكنْ کہا جائے گا۔

الف: إنْ مخففہ: اگر إنّ میں تخفیف کی جائے اور اگر اس کے بعد فعل ہو تو وجوبی طور پر "إنْ" مہمل ہوگا، جیسے ارشادِ باری ہے: وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ (الشعراء: ۱۸۶)۔ اگر اس کے بعد اسم ہو تو بھی اکثر یہ ہے کہ وہ مہمل ہو جیسے: إنْ أنتَ لصادقٌ۔ اور اس کا عمل کرنا قلیل ہے جیسے: إنْ زیداً منطلقٌ۔ اسی قبیل سے ارشادِ باری ہے: وَإِنْ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ (ھود: ۱۱۱) یہ ان کی قراءت میں ہے جو "إنْ" اور "لَمَا" دونوں مخففہ پڑھتے ہیں۔

جب إنْ کو مخففہ اور مہمل قرار دیا جائے تو إنْ اور إنْ نافیہ میں فرق کرنے کے لیے اس پر لام مفتوحہ کا دخول لازم ہو جاتا ہے تاکہ اشتباہ نہ ہو جیسے: إنْ سعیدٌ لمجتهدٌ۔ اس لام کو لام فارقہ کہتے ہیں۔ اور اگر التباس کا خوف نہ ہو لام کا ترک جائز ہے۔

اور جب إنّ کی تخفیف کی جائے گی تو اس کے بعد صرف افعال ناسخہ ہوں گے، مبتدا اور خبر کے حکم کے سبب۔ اور اس صورت میں لام فارقہ اس جزء پر داخل ہوگا جو خبر ہے۔ اور اکثر یہ ہے کہ وہ فعل ناسخ جو إنْ کے بعد ہو وہ فعل ماضی ہو جیسے: وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ (البقرہ: ۱۴۳) اور جیسے: قَالَ تَاللّٰهِ إِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ (الصافات: ۵۶) اور جیسے: وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ (الاعراف: ۱۰۲) اور کبھی مضارع بھی ہوتا ہے جیسے: وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ۔

إنْ مخففہ کا غیر ناسخ افعال پر داخل ہونا نادر و شاذ ہے، تو جو کچھ اس سلسلے میں وارد ہوا ہے اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا جیسے عربوں کا قول ہے: "إنْ يزينُك لنفسُك، وإنْ يشينُك لَهِيَهْ"۔

ب: أنْ مخففہ: اگر "أنّ" میں تخفیف کر دی جائے تو وہ سیبویہ اور کوفیوں کے مطابق مہمل ہے، کچھ عمل نہیں کرتا ہے نہ ظاہر میں اور نہ مضمر میں۔ پس یہ کل

تمام حروف مصدری کی طرح حرف مصدری ہوگا، اور جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ پر داخل ہوگا۔ اور یہ ایسا مذہب ہے جس میں تکلف نہیں ہے۔

فائدہ: أنْ مخففہ سے پہلے اگر فعل ہو تو لازم ہے کہ وہ فعل یا تو افعال یقین سے یا ان افعال قلوب سے ہو جو افعال یقین کے قائم مقام ہوتے ہیں، اور جن افعال سے ظنّ غالب مراد ہوتا ہے۔ پہلے کی مثال ارشاد باری ہے: عَلِمَ أنْ سَيَكُونُ مِنكُمْ مَرْضَىٰ (مزمل: ۲۰)، دوسرے کی مثال: وَظَنُّوا أنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ (توبہ: ۱۱۸) اور قول باری تعالیٰ ہے: أَيَحْسَبُ أنْ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ۔ (بلد: ۷)

فائدہ: جب أن ساکنہ ایسے فعل کے بعد واقع ہو جو علم و یقین کا فائدہ دیتا ہے تو لازم ہے کہ وہ أنْ أنّ مشددہ کا مخففہ ہو، اور فعل مضارع اس کے بعد مرفوع ہو جیسا کہ گزرا، یہ جائز نہیں ہے کہ وہ أن ناصبہ ہو۔ اور اگر أنْ ایسے فعل کے بعد واقع ہو جو ظنّ راجح پر دلالت کرتا ہے تو جائز ہے کہ وہ أنّ کا مخففہ ہو، اس صورت میں مضارع اس کے بعد مرفوع ہوگا، اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ مضارع کو نصب دینے والا أن ہو، پس مضارع اس کے بعد منصوب ہوگا۔

فائدہ: أنْ مخففہ صرف جملوں پر ضمیر محذوف میں داخل ہوتا ہے۔ (جو أنْ کو عمل دیتے ہیں ان کے نزدیک بھی اور جو اس کو مہمل قرار دیتے ہیں انکے نزدیک بھی) سوائے اس کے کہ ضرورت شعری کی بنیاد پر ضمیر بارز پر اس کا دخول شاذ ہے آپ جانتے ہیں کہ وہ نادر ہے اور کلام عرب سے زیادہ مسموع نہیں ہے۔

أنْ مخففہ کے بعد یا تو جملہ اسمیہ ہوگا یا جملہ فعلیہ، پس اگر جملہ اسمیہ یا فعلیہ ہوگا تو اس کا فعل جامد ہوگا اور أنْ کے اور فعل کے درمیان کسی فاصل کی حاجت نہ ہوگی، اسمیہ کی مثال: وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (یونس: ۱۰) اور ارشاد باری ہے: وَأَنْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ (اعراف: ۱۸۵)

اور اگر جملہ اس کے بعد فعلیہ ہو تو اس کا فعل متصرف ہوگا، تو اولیٰ اور اکثر یہ ہے کہ فعل کے اور أن کے درمیان درج ذیل پانچ چیزوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ فصل کیا جائے:

قد، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا (مائدہ: ۱۱۳)

حرف تنفیس یعنی سین یا سوف۔ سین کی مثال: عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ (مزمل: ۲۰) سوف کی مثال شاعر کا یہ شعر ہے

وَاعْلَمْ فَعِلْمُ الْمَرْءِ يَنْفَعُهُ ... أَنْ سَوْفَ يَأْتِي كُلُّ مَا قُدِرَا

لن یا لم یا لا کے ذریعہ جیسے: أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن لَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُ (قیامہ: ۳)

Scanned by CamScanner

اور ارشاد باری ہے: أَيَحْسَبُ أَنْ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ (البلد: ۷) اور ارشاد باری ہے: أَفَلَا يَرَوْنَ أَنْ لَا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا (طٰہٰ: ۸۹)

۴۔ ادات شرط جیسے ارشاد باری ہے: وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ (نساء: ۱۴۰) اور ارشاد باری ہے: وَأَنْ لَوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا (جن: ۱۶)

۵۔ رُبَّ، جیسے شاعر کا شعر ہے:

تَيَقَّنْتُ أَنْ رُبَّ امْرِئٍ خِيلَ خَائِنًا أَمِينٌ وَخَوَّانٍ يُخَالُ أَمِينَا

ان تمام صورتوں میں فاصل اس لیے لایا گیا ہے تاکہ اس بات کا پتا ہو سکے کہ یہ أَنْ، أَنَّ کا مخفف ہے نہ کہ وہ أَنْ جو مضارع کو نصب دیتا ہے۔ اگر فعل کی دلالت علم یقینی پر ہو تو یہ بھی جائز ہے کہ أَنْ کے اور فعل کے درمیان کوئی فاصل نہ ہو۔

ج۔ كَأَنْ المخففة: جب كَأَنَّ مخفف ہو جائے تو ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ مہمل اور بے عمل ہے، یہی مذہب کوفیوں کا ہے اور یہ ایسا مذہب ہے جو دقت سے خالی ہے۔ لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ وہ ضمیر محذوف میں عمل کرتا ہے۔ اور کبھی کبھار ان کے نزدیک ظاہر میں بھی عمل کرتا ہے، اور ان کے نزدیک اس کی خبر مفرد ہوتی ہے جبکہ ظاہر میں عمل کرے مثلاً: كَأَنْ زَيْدًا أَسَدٌ۔ اور اگر وہ ضمیر میں عمل کرے تو اس کی خبر جملہ ہوتی ہے مثلاً: كَأَنْ عَلِيٌّ خَلْقُهُ مِسْكٌ۔ اور یہی زیادہ مشہور اور کثیر الاستعمال ہے، لیکن یہ مذہب دشواری سے خالی نہیں ہے۔

ہر صورت میں اس کے بعد جملہ ہونا واجب ہے۔ پس اگر جملہ اسمیہ ہو تو اس کے اور كَأَنْ کے درمیان کسی فاصل کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسے یہ شعر:

وَصَدْرٍ مُشْرِقِ اللَّوْنِ كَأَنْ ثَدْيَاهُ حُقَّانِ

اور اگر جملہ فعلیہ ہو تو درج ذیل دو حروف میں سے کسی ایک کے ساتھ لانا ضروری ہے:

(۱) قد، جیسا کہ نابغہ کا قول ہے:

أَزِفَ التَّرَحُّلُ غَيْرَ أَنَّ رِكَابَنَا لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا، وَكَأَنْ قَدِ

(۲) لم، جیسے ارشاد باری ہے: كَأَنْ لَمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ (یونس: ۲۴)۔ ان دونوں کے درمیان فصل اس أَنْ مصدریہ سے تمیز کے لیے کیا گیا ہے جس پر کاف تشبیہ داخل ہوتا ہے۔

۵۔ لٰكِنْ مخففہ: اگر لٰكِنَّ میں تخفیف کر دی جائے تو وہ وجوبی طور پر تمام لوگوں کے نزدیک مہمل ہوتا ہے، اور جملہ اسمیہ اور فعلیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے: جاء

خالدٌ لكن سعيدٌ مسافرٌ، وما علیٌّ لكن جارٌ خليلٌ، البتہ اخفش اور یونس نے اس کا عمل دینا جائز قرار دیا ہے۔

الفصل الثالث: الاحرف المشبہۃ بـ "ليس" (تیسری فصل حروف مشبہ بہ لیس)

حروف مشبہ بہ لیس، یہ وہ حروف ہیں جو لیس کا عمل کرتے ہیں، اور لیس کا معنی ادا کرتے ہیں، یہ کل چار حروف ہیں: ما، لا، لاتَ اور إنْ اور ان کو حروف لیس بھی کہتے ہیں:

12. ما المشبهة بليس (ما مشابہ بہ لیس) 15 سطر

"ما" چار شرطوں کے ساتھ لیس کا عمل کرتا ہے:

ما کی خبر اس کے اسم پر مقدم نہ ہو، اگر مقدم ہو جائے تو اس کا عمل باطل ہو جائے گا، جیسا کہ عربوں کا قول ہے: "ما مسیءٌ من أعتب"۔

ما کا معمول خبر اس کے اسم پر مقدم نہ ہو، اگر مقدم ہو جائے تو عمل باطل ہو جائے گا جیسے: "ما أمرَ اللهِ أنا عاصٍ"۔ البتہ اگر معمول خبر ظرف یا مجرور بالحرف جر ہو تو جائز ہے جیسے: "ما عندی أنتَ مقیماً" "وما بكَ أنتَ منتمیاً"۔

لیکن اگر خبر کا معمول خود خبر پر مقدم ہو نہ کہ اسم پر اس طرح کہ معمول اسم و خبر کے درمیان آجائے تو اس کا عمل باطل نہ ہوگا اگرچہ معمول نہ ظرف ہو نہ جار مجرور ہو جیسے: "ما أنا أمرَك عاصیاً"۔

ما کے بعد إن زائد نہ کیا جائے۔ اگر زائد کر دیا جائے تو اس کا عمل باطل ہو جائے گا جیسا کہ شاعر کا قول ہے:

بنی غدانة، ما إن انتم ذهبٌ ولا صریفٌ، ولکن انتم الخزف

إلّا کے ذریعہ ما کی نفی ختم نہ ہو، اگر إلّا کے ذریعہ نفی ختم ہو جائے تو اس کا عمل باطل ہو جائے گا جیسے ارشاد باری ہے: "وما أمرنا إلا واحدة" (القمر: ۵۰) اور فرمان باری ہے: "وما محمدٌ إلا رسولٌ" (آل عمران: ۱۴۴) اور یہ معاملہ اس لیے ہے کہ وہ مثبت میں عمل نہیں کرتا ہے۔

اور اگر تمام شرائط سے کوئی شرط مفقود ہو جائے تو اس کا عمل باطل ہو جائے گا، اور اس کا مابعد مبتدا اور خبر ہوں گے، جیسا کہ مذکور ہوا۔

اور یہ جائز ہے کہ ما کا اسم معرفہ ہو جیسا کہ گزرا، اور یہ بھی جائز ہے کہ نکرہ ہو، جیسے: "ما أحدٌ أفضلَ من المخلصین فی عمله"۔

اور چونکہ ما حرف نفی میں عمل کرتا ہے، اس لیے "بل" اور "لكن" کے مابعد کو رفع دینا واجب ہے: "ما سعیدٌ كسولًا، بل مجتهدٌ"، "وما خلیلٌ مسافراً، لكن مقیمٌ"، کیونکہ ان تمام صورتوں میں بل اور لکن کا مابعد مبتدا محذوف کی خبر ہے، اس کی تقدیر یہ ہے: "هو"۔ یعنی "بل هو مجتهدٌ"، "لكن هو مقیمٌ"، اور ... بل اور لکن حرف ابتدا ہوں گے نہ کہ حرف عطف اس

ما ... آنے والی مثالوں میں

Scanned by CamScanner

لیے اگر معطوف ہوں تو یہ ضروری ہوگی کہ بل اور لکن کے بعد "ما" عمل کرے اور وہ منفی نہیں ہے بلکہ مثبت ہے اس لیے کہ بل اور لکن نفی کے بعد ایجاب کا تقاضہ کرتے ہیں. اور جب حرف عطف ایجاب کا مقتضی نہ ہو مثلاً واو وغیرہ تو خبر پر عطف کرتے ہوئے اس کے مابعد کو نصب دینا جائز ہے اور یہی زیادہ احسن ہے مثلاً: ما سعید کسولاً ولا مھملاً" اور مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی بنا پر اس کو رفع دینا بھی جائز ہے مثلاً: ما سعید کسولاً ولا مھملٌ ای ولا ھو مھملٌ"۔

اور اسی طرح سے لیس کا معاملہ ہے پس: لیس خالد شاعراً بل کاتبٌ کی مثل میں بل اور لکن کے بعد رفع واجب ہے. اور واو اور اس کے مثل میں نصب اور رفع جائز ہے مثلاً لیس خالد شاعراً ولا کاتباً یا "ولا کاتبٌ. اور نصب اولیٰ ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ یہ "ما" لیس کا عمل صرف اہل حجاز کی لغت جس پر قرآن کریم نازل ہوا کرتا ہے اور اہل نجد اور اہل تہامہ کی لغت میں اسی لیے اس کو ما نافیہ حجازیہ کہتے ہیں۔

اور بنی تمیم کی لغت میں یہ ما نافیہ مہملہ ہے ہر صورت، لہذا جو اس کے بعد ہے وہ مبتدا اور خبر ہوگا۔

لا المشبہۃ بلیس: (لا مشابہ بلیس)

لا مشبہ بلیس تمام عرب کے نزدیک مہمل ہے. البتہ اہل حجاز اس کو لیس کی طرح عامل قرار دیتے ہیں ان شرائط کے ساتھ جو ما کے بیان میں گزریں، اور مزید یہ کہ اس کا اسم و خبر نکرہ ہوں، اس کے اسم کا معرفہ ہونا نادر ہے مثلاً شاعر کا قول:

وَحَلَّتْ سَوادَ القَلبِ، لا أنا باغِياً ‏ سِواها، ولا عن حُبِّها مُتَراخِياً۔

اور بعض علمائے عرب نے اس کو جائز قرار دیا ہے؛

اس لا کی خبر میں اکثر یہ کہ وہ محذوف ہوتی ہے مثلاً شاعر کا قول:

من صدّ عن نیرانها ‏ فانا ابن قیس لا براحُ۔

ای: لا براحَ لی، اور اس کا ذکر بھی جائز ہے جیسے دوسرے شاعر کا قول

تعزَّ فلا شیءٌ علی الارض باقیاً ‏ ولا وَزَرٌ مما قضی اللہ واقیاً

اور جاننا چاہیے کہ لا مذکورہ سے نفی واحد مراد لینا بھی جائز ہے، اور نفی جنس بھی، پس وہ نفی وحدت کا بھی احتمال رکھتا ہے اور نفی جنس کا بھی، اور قرینہ سے کسی ایک کی تعیین ہوگا۔

اور معلوم ہو کہ اس لا میں بہتر یہ ہے کہ وہ مہمل ہو اور اس کے مابعد کو مبتدا و خبر بنایا جائے، پس جب مہمل ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ وہ مکرر ہو مثلاً ارشاد ربانی ہے:

ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (البقرۃ: ٦٢)

سنہ ۱۵ / ۱۷ "لات المشبہۃ بلیس" (لات مشابہ بلیس)

لات دو شرطوں کے ساتھ لیس کا عمل کرتا ہے۔

اس کا اسم اور خبر اسمائے زمان سے ہوں مثلاً حین، ساعت اور اوان وغیرہ

اسم و خبر میں سے کوئی ایک محذوف ہو، اور اکثر محذوف اس کا اسم ہوتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے
ولات حین مناص (ص-۳) ای: ولات الحین حین مناص، اسی طرح شاعر کا یہ قول ہے:
ندم البغاۃ ولات ساعۃ مندم   والبغی مرتع مبتغیہ وخیم۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ لات کے بعد کا مذکور مرفوع ہو اس بنا پر کہ وہ اس کا اسم ہے، پس محذوف منصوب ہوگا اس کی خبر ہونے کی بنا پر، مگر یہ کہ یہ صورت (کلام عرب میں) بہت کم پائی جاتی ہے

اور یہ جاننا چاہیے کہ لات اگر غیر اسم زمان پر داخل ہو تو وہ مہمل ہوتا ہے اور کچھ عمل نہیں کرتا ہے مثلاً شاعر کا قول:
لہفی علیک للہفۃ من خائف   یبغی جوارک حین لات مجیر۔

نوٹ: کچھ عرب لات کے ذریعے جر دیتے ہیں، اور اس کے ذریعے جر شاذ ہے۔ شاعر کہتا ہے:
طلبوا صلحنا ولات اوانٍ   فاجبنا ان لیس حین بقاء

إنْ المشبهۃ بلیس" (إنْ مشابہ بلیس)

إنْ کبھی ما نافیہ کے معنی میں نافیہ ہوتا ہے، یہ مہمل ہوتا ہے، کچھ عمل نہیں کرتا، اور کبھی یہ فعل لیس کا عمل کرتا ہے اور ایسا عرب کی اہل عالیہ لغت میں ہوتا ہے، اسی سے متعلق ان کا قول ہے: إنْ احدٌ خیراً من احدٍ الّا بالعافیۃ؛

إنْ دو شرطوں کے ساتھ لیس کا عمل کرتا ہے۔

اس کی خبر اس کے اسم سے پہلے نہ آئے، اگر پہلے آجائے تو اس کا عمل باطل ہو جائے گا۔

الّا کے ذریعے اس کی نفی ختم نہ ہوئی ہو، پس اگر ختم ہو جائے تو اس کا عمل باطل ہو جائے گا، مثلاً: إنْ انت الّا رجل کریم۔ نفی کا منتقض ہو جانا ابطال عمل کو لازم کرتا ہے اور یہ خبر کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہے جیسا کہ معلوم ہوا، البتہ معمول خبر کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس کا منتقض ہونا کچھ مضر نہیں ہے۔

نوٹ: إنْ میں اکثر یہ ہے کہ اس کی خبر اس کے بعد الّا کے ذریعے ملی ہوتی ہے، مثلاً: إنْ ھذا الّا ملک کریم (یوسف: ۳۱)، اور کبھی وہ کلام کے ساتھ بغیر الّا کے استعمال ہوتا ہے مثلاً: إنْ ھذا نافعک ولا ضارک:

الفصل الرابع (لا النافیۃ للجنس)

لا النافیۃ للجنس: وہ ہے جو بر سبیل استغراق اس جنس سے خبر کی نفی پر دلالت کرتا ہے جو اس خبر کے لیے واقع ہے۔ یعنی اس سے بطور نص تمام افراد جنس کی نفی مراد ہوتی ہے بر سبیل احتمال نہیں اور جنس سے خبر کی نفی ہونا یہ تمام افراد سے نفی کو مستلزم ہے۔

اس لا کو لائے تبرئہ بھی کہتے ہیں کیوں کہ وہ متکلم کے جنس سے بری ہونے کا افادہ کرتا ہے اور خبر کے ساتھ متصف ہونے سے اس کے منزہ ہونے کا افادہ کرتا ہے

اور جب وہ بر سبیل استغراق نفی کے لیے ہو، تو کلام اس کے ساتھ نص کی طرح ہوگا پس جب کہا جائے: "لا رجل فی الدار" تو معنی ہوگا "لا من رجل فیہا"، ای: لیس فیہا احد من الرجال لا واحد ولا اکثر۔ اسی لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے "لا رجل فی الدار بل رجلان أو ثلاثة"، اس لیے کہ "لا رجل فی الدار" جنس رجل کی نفی پر نص صریح ہے پس اس کے بعد "بل رجلان" اس کے معارض ہے، برخلاف اس "لا" کے جو لیس کا عمل کرتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ ایک کی نفی بھی صحیح ہے اور جنس کی بھی لیکن بر سبیل تنصیص نہیں بلکہ بر سبیل احتمال پس جب کہا جائے: "لا رجل مسافراً"، تو اس سے یہ مراد لینا صحیح ہے کہ ایک آدمی مسافر ہے اور اس کے بعد یہ بھی کہا جا سکتا ہے "بل رجلان" اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس سے مراد لیا جائے "لیس أحد من جنس الرجال مسافراً" اسی طرح اس کو سننے والا کبھی یہ سمجھے گا کہ وہ نفی واحد ہے یا نفی جنس، کیونکہ وہ ان دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔

اس فصل میں چار مباحث ہیں:

المبحث الأول: عمل لا النافية للجنس وشروط إعمالها

(پہلی بحث لائے نفی جنس کے عمل اور اس کے عمل کرنے کی شرطوں کے بیان میں)

لائے نفی جنس إنّ کا عمل کرتا ہے، لہذا وہ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے "لا أحد أغير من الله"۔ وہ إنّ کا عمل اس لیے کرتا ہے کیونکہ وہ تاکید نفی اور اس میں مبالغہ کے لیے ہے جیسا کہ إنّ تاکید اثبات اور اس میں مبالغہ کے لیے ہے۔

لائے نفی جنس کے إنّ کا عمل کرنے کے لیے چار شرطیں ہیں:

1- وہ نفی جنس پر نص (صریح) ہو، بایں طور کہ اس سے نفی جنس بطور عموم مراد ہو نہ کہ بر سبیل احتمال۔

2- اس کے اسم و خبر نکرہ ہوں، اگر مسند الیہ اس کے بعد معرفہ ہوں تو وہ مہمل ہوگا اور اس کی تکرار واجب ہوگی مثلاً "لا سعيد فی الدار ولا خليل"۔

اور کبھی اس کا اسم نکرہ کی تاویل میں معرفہ ہوتا ہے اس سے جنس مراد لی جاتی ہے مثلاً اسم کسی صفت کے ساتھ مشہور ہو جیسا کہ حاتم جو جود و سخاوت کے ساتھ مشہور ہے اور عنترہ جو شجاعت کے ساتھ مشہور ہے اور سحبان جو فصاحت کے ساتھ مشہور ہے اور انہی کے مثل۔ پس وہ علم ہر اس کا اسم جنس بن جاتا ہے جو اس معنی کے ساتھ متصف ہو جس کے ساتھ وہ علم مشہور ہے جیسا کہ اہل عرب نے کہا "لكل فرعون موسى" دونوں ناموں کی تنوین ان سے جنس مراد لیتے ہوئے معنی ہوگا: "لكل جبار قهار"۔ اور یہ "لا حاتم اليوم ولا عنترة ولا سحبان" کے مثل ہے اور تاویل یہ ہوگی "لا جواد كحاتم، ولا شجاع كعنترة ولا فصيح كسحبان"۔ اور اسی کے مثل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول حضرت علی کے بارے میں

فصلته "ولا أبا حسن لها" أی: هذه قضية ولا فيصل لها يفصلها۔ کسی علم سے وہ ایک شخص مراد ہوتا جس سے اس کا نام رکھا گیا مثلاً شاعر کا یہ قول:

وتبكي على من ولا يبكي مثله   بني من الحمتين سليما الجوائح۔

اس کے اور اس کے اسم کے درمیان کسی فاصل کے ذریعہ فصل نہ کیا جائے، اگر کسی چیز کے ذریعہ ان دونوں کے درمیان فصل کر دیا جائے اگرچہ خبر کے ذریعہ ہو تو وہ مہمل ہو جائے گا اور اس کی تکرار لازمی ہوگی مثلاً: لا فی الدار رجل ولا امرأۃ۔ اس کا مابعد مبتدا اور خبر ہوگا۔

اس پر حرف جر داخل نہ ہو پس اگر اس سے پہلے حرف جر ہو تو وہ مہمل ہوگا اور اس کا مابعد اس کے ذریعہ مجرور ہوگا مثلاً: سافرت بلا زاد، وغضبت بلا سبب، یخاف من لا شیٔ۔

فائدۃ مہمۃ (اہم فائدہ)

لائے نفی جنس، اس وقت نفی جنس پر دلالت کرتا ہے جبکہ اس کا اسم واحد ہو اگر تثنیہ یا جمع ہو مثلاً: "لا رجلين في الدار" "ولا رجال فيها" تو اس صورت میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ نفی جنس کے لیے ہو اور یہ بھی کہ وہ اثنین کے وجود کی نفی کے لیے ہو فقط یا جمع کی نفی کے لیے فقط، پس اگر ہم جمع کی نفی کریں تو اس میں اثنین اور واحد بھی ہو سکتا ہے اور اگر ہم اثنین کی نفی کریں تو جمع اور واحد بھی ہو سکتا ہے اسی لیے یہ کہنا صحیح ہے: "لا رجلين فيها بل رجل او رجال" "ولا رجال فيها بل رجل او رجلان"۔

اسی وہ لا جو لیس کا عمل کرتا ہے اور لائے مہملہ، اس لیے اس میں بھی جب اسم کی نفی کی جائے تو اس سے واحد یا جمع مراد لیا جا سکتا ہے اور جمع کی نفی کے ساتھ واحد اور اثنین کی نفی بھی مراد لی جا سکتی ہے۔ پس لائے نفی جنس اور لا مشابہ بلیس یا لائے مہملہ کے درمیان فرق اس وقت ہوگا جبکہ نفی واحد کی ہو۔ پہلے کے ذریعہ نفی جنس اور نفی واحد مراد لینا جائز نہیں ہے اور دوسرے کے ذریعہ نفی جنس اور نفی واحد مراد لینا جائز ہے اور اوّل کثیر ہے۔

اور اس سے نفی جنس مراد لینا اس لیے صحیح ہے کیوں جب نکرہ تحت نفی واقع ہو تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے، لہٰذا جب عموم کا ارادہ نہ ہو تو اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ ان کے بعد ایسی چیز لائی جائے جو التباس کو ختم کر دے، جیسا کہ کہا جائے گا: "لا رجل مسافر بل رجلان او رجال" اگر کلام کو اس کے بعد مطلق چھوڑ دیا جائے تو ان دونوں کا سبیل احتمال نفی جنس کے لیے ہونا راجح ہو جائے گا۔

المبحث الثانی: أقسام اسمها وأحکامه:

لائے نفی جنس کا اسم تین قسم کا ہوتا ہے: مفرد، مضاف اور مشابہ مضاف

مفرد: مفرد سے مراد یہاں وہ ہے جو نہ مضاف ہو اور نہ مشابہ مضاف ہو۔ اس کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ اپنے مابعد میں عمل کرنے والا نہ ہو مثلاً ارشاد باری ہے: "ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ" (البقرۃ: ۲)

اس کا حکم یہ ہے کہ وہ فتحہ یا یا یا کسرہ کے ذریعہ منصوب ہونے کی بنیاد پر مبنی ہو غیر منون ہو مثلاً: لا رجلَ فی الدارِ، ولا رجالَ فیھا، ولا رجلینِ عندنا، ولا مدرسینَ فی المدرسۃ، ولا مدرساتِ محبوبات۔ جمع مؤنث سالم میں یہ بھی جائز ہے کہ وہ فتحہ پر مبنی ہو مثلاً: لا مجتہداتَ مذمومات۔ اور شاعر کے اس قول میں دونوں صورتوں کی روایت کی گئی ہے:

اودی الشبابُ الذی مجدٌ عواقبہ — فیہ نلذّ، ولا لذاتَ للشیب

اور کبھی لا کے ساتھ مرکب ہونے کے سبب مبنی ہوتا ہے جیسے کہ "خمسۃ عشر" میں۔

اس کے اسم مضاف کا حکم یہ ہے کہ وہ معرب منصوب ہو مثلاً: لا رجلَ سوءٍ عندنا، ولا رجلَی شرٍّ محبوبان، ولا مصلی واجباتٍ مبغوضون، ولا أخا جہلٍ مکرمٌ، ولا تارکاتِ واجبٍ مکرماتٌ۔

الشبیہ بالمضاف: اس کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ اپنے مابعد میں عامل ہو بایں طور کہ اس کا مابعد اس کا فاعل ہو مثلاً: لا قبیحاً خلقُہ حاضرٌ، یا نائب فاعل ہو مثلاً: لا مذموماً فعلُہ عندنا، یا مفعول ہو مثلاً: لا فاعلاً شراً محمودٌ، یا ظرف ہو جو اس سے متعلق ہو مثلاً: لا مسافراً الیومَ حاضرٌ، یا جار ومجرور ہو جو اس سے متعلق ہو مثلاً: لا راغباً فی الشر بیننا، یا اس کے لیے تمیز ہو مثلاً: لا عشرینَ درھماً لک۔

اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ معرب بھی ہوتا ہے۔

وجوہ نعت اسم لا (اسم لا کی صفت کی صورتیں)

لا کا اسم جب مفرد ہو اور اس کی صفت مفرد ہو اور صفت اور موصوف متصل ہوں مثلاً: لا رجلَ ظریفاً فی الدار، تو صفت میں تین صورتیں جائز ہیں:

(۱) لا کے محل اسم کی وجہ سے نصب کیوں کہ (اسم) لا کے ذریعہ موضع نصب میں ہے۔ لیکن چوں کہ مبنی ہے اس لیے اعراب ظاہر نہیں ہوگا مثلاً: لا رجلَ ظریفاً فی الدار۔

(۲) لا کی اور اپنے اسم کے ساتھ محل کی رعایت کی بنا پر رفع دینا۔ کیوں کہ وہ دونوں ابتدا کے سبب محل رفع میں ہیں مثلاً: "لا رجلَ ظریفٌ فی الدار" ظریف کے رفع کے ساتھ اور لا رجل کے ساتھ ابتدا کے سبب موضع رفع میں اس لیے ہے کیوں کہ لا رجل کے ساتھ ترکیب کے سبب شیٔ واحد کے مثل ہو گیا

منع مثلاً: "لا رجلَ ظریفٌ فی الدار"

البحث الثالث: احوال اسمها وخبرها (تیسری بحث اس کے اسم و خبر کے احوال کے بارے میں)

لائے نفی جنس کا اسم کبھی حذف کر دیا جاتا ہے مثلاً: "لا علیک" ای "لا بأس" او "لا جناح علیک"، اور یہ نادر ہے۔

خبر جب غیر معلوم ہو اس کا ذکر واجب ہے مثلاً: حدیث "لا احدَ اغیرُ من اللہ" اور جب معلوم ہو تو اس کا حذف کر دینا کثیر ہے مثلاً: لا بأس ای: لا بأس علیک اور اسی قبیل سے ارشاد ربانی ہے: قالوا لا ضیر، انا الی ربنا منقلبون (الشعراء: ٥٠) ای: لا ضیر علینا۔ یہ اہل حجاز کا مذہب ہے بنو تمیم اور طے کا قبیلہ خبر کے معلوم ہونے کی صورت میں اس کے حذف کا التزام کرتے ہیں۔

لا کی خبر مفرد ہوتی ہے یعنی یہ مفرد ہوتی ہے اور نہ اس کے مشابہ مثلاً حدیث پاک: "لا فقرَ اشدُّ من الجہل" "لا مالَ أعودُ من العقل، ولا وحشةَ أشدُّ من العجب"۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاتمۃ الکتاب: الجمل واقسامہا
(خاتمۂ کتاب، جملے اور ان کی اقسام)

الجملۃ: ایسے قول کو کہتے ہیں جو مسند اور مسند الیہ سے مرکب ہو۔ پس جملہ اور مرکب اسنادی ایک ہی شئی ہیں۔ جیسے: جاء الحق وزھق الباطل إن الباطل کان زھوقا (الاسراء: ۸۱) سنہ ١٥

الکلام: وہ قول ہے جو بالقصد مفید ہو، اور مفید سے مراد یہ ہے کہ جو ایسے معنی پر دلالت کرے جس پر سکوت صحیح ہو۔ سنہ ١٥

جملہ کلام کے مترادف نہیں ہوتا ہے، بلکہ وہ اس سے زیادہ عام ہوتا ہے، اس لیے کہ کلام کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسے معنی تام کا فائدہ دے جو بالذات کفایت کرے، برخلاف جملہ کے کہ اس میں افادہ کی شرط نہیں ہے۔ اسی بنا پر اس کا نام جملۂ شرط، جملۂ صلہ اور جملۂ حال وغیرہ رکھتے ہیں۔ اور وہ سب مفید نہیں ہیں تو کلام بھی نہیں ہیں۔

پس جملہ کبھی فائدہ تامہ دیتا ہے جیسے: قد افلح المؤمنون (المؤمنون: ۱) تو اس صورت میں اس کو کلام بھی کہتے ہیں، کبھی جملہ ناقص الفائدہ ہوتا ہے جیسے: لو کان فیہما آلھۃ إلا اللہ (الانبیاء: ۲۲) تو اس صورت میں اس کو کلام نہیں کہتے ہیں۔ البتہ اگر جواب شرط ذکر کردیا جائے اور کہا جائے: لو کان فیہما آلھۃ إلا اللہ لفسدتا تو اب فائدۂ تامہ کی بنیاد پر اس کو کلام بھی کہا جائے گا۔

اور اس مذہب کو ابن ھشام انصاری نے اپنی کتاب "مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب" میں تحریر کیا۔ البتہ زمخشری اور اس کے متبعین نے اس کے خلاف مذہب کو اختیار کیا۔

تقسیمات الجملۃ (جملے کی تقسیمات)

کئی اعتبار سے جملے کی چند تقسیمات ہیں۔

(۱) جملے کے اجزاء اصلیہ کی طرف نگاہ کرتے ہوئے جملہ اسمیہ اور فعلیہ کی طرف تقسیم ہوتا ہے۔

الجملۃ الاسمیۃ: اس جملے کو کہتے ہیں جس کا پہلا جز اسم ہو جیسے: الامثلۃ سھلۃٌ۔

یا تو جملہ اسمیہ مبتدا اور خبر سے مرکب ہوتا ہے جیسے: الحق منصورٌ۔ یا حرف مشبہ بالفعل اور اس کے اسم وخبر سے جیسے: إن اللہ علی کل شیء قدیرٌ (فاطر: ۱) یا لائے نفی جنس اور اس کے اسم وخبر سے جیسے لا ریب فیہ (البقرۃ: ۲) یا حروف مشبہ بلیس میں سے کوئی حرف اور اس کے اسم وخبر سے مرکب ہوتا ہے جیسے: ما احدٌ مسافرًا، لا رجلٌ ذاھبًا، إن ھذا وقت التسلیۃ

الجملۃ الفعلیۃ: اس جملے کو کہتے ہیں جس کا پہلا جز فعل ہو جیسے

Scanned by CamScanner

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (الاخلاص: ۱)۔ جملہ فعلیہ یا تو فعل اور فاعل سے مرکب ہوتا ہے جیسے ارشاد باری ہے: تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ (المسد: ۱) یا فعل اور نائب فاعل سے جیسے "دُعِیَ الْاَعْضَاءُ لِلْاِجْتِمَاعِ" یا فعل ناقص اور اس کے اسم و خبر سے جیسے: کَانَ الشَّارِعُ مُزْدَحِمًا بِالْمَاشِیْنَ، یا یا حرف ندا اور اس کے فعل محذوف اور اس کے اس فاعل سے جو ضمیر مستتر ہوتی ہے جیسے: یَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ۔ تقدیری عبارت: اَدْعُوْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ۔

جملہ فعلیہ، فعلیہ ہی باقی رہتا ہے، اگرچہ اس کے فعل کو حذف کر دیا جائے اور اس کا فاعل یا مفعول یا ان میں سے کوئی معمول باقی رہے، جیسے ارشاد باری ہے: وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی (اللیل: ۱) تقدیر یہ ہے: اُقْسِمُ وَاللَّیْلِ، اور ارشاد رب عزوجل ہے: وَالْاَنْعَامَ خَلَقَھَا (نحل: ۵) تقدیر یہ ہے: وَخَلَقَ الْاَنْعَامَ خَلَقَھَا، اور ارشاد خداوندی ہے: وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْہُ (التوبۃ: ۶) تقدیری عبارت یوں ہے: وَاِنِ اسْتَجَارَکَ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔

اور ابن ہشام نے ایک تیسری قسم کا اضافہ کیا ہے اور وہ جملہ ظرفیہ ہے، اور اس سے وہ جملہ مراد لیا ہے جو اس ظرف یا جار مجرور کے ذریعہ صادر ہو جن کا اعتماد استفہام پر ہوتا ہے مثلاً "اَعِنْدَکَ زَیْدٌ؟" "اَفِی الدَّارِ زَیْدٌ؟" یا نفی پر، لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ جملہ اسمیہ کی قبیل سے ہے، اور زمخشری وغیرہ نے جملہ شرطیہ کا بھی اضافہ کیا ہے تو ہو گئی جملہ کی چار قسمیں قرار دیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ فعلیہ کی قسم سے ہے۔

التقسیم الثانی للجملۃ (جملہ کی دوسری تقسیم)

جملہ اپنے اجزاء کے اعتبار سے صغریٰ اور کبریٰ کی طرف منقسم ہوتا ہے۔

کبریٰ: اس جملہ اسمیہ کو کہتے ہیں جس کی خبر جملہ ہوتی ہے جیسے ارشاد باری ہے: اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (الکوثر: ۱) اور ارشاد باری ہے: اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ (الذاریات: ۵۸) یا اس کی خبر ایسا جملہ فعلیہ ہوتی ہے جس کے شروع میں ایک ایسا فعل ہوتا ہے جو دو ایسے مفعولوں کو نصب دیتا ہے جن کی اصل مبتدا و خبر ہوتی ہے جیسے: ظَنَنْتُ الْقِطَارَ وَاقِفًا۔

صغریٰ: یہ وہ جملہ ہے جو مبتدا پر مبنی ہوتا ہے، جیسا کہ گزری ہوئی دونوں مثالوں میں جملہ خبر ہے۔

کبھی جملہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں اعتبار سے ہوتا ہے جیسے: زَیْدٌ اَبُوْہُ غُلَامُہٗ مُجْتَھِدٌ، پس اس کلام کا مجموعہ کبریٰ لا غیر ہے اور "غُلَامُہٗ مُجْتَھِدٌ" صغریٰ لا غیر ہے، کیونکہ وہ خبر ہے۔ اور "اَبُوْہُ غُلَامُہٗ مُجْتَھِدٌ" کبریٰ ہے "غلامہ مجتہد" کے اعتبار سے۔ اور صغریٰ ہے جملہ کلام کے اعتبار سے۔

جملہ کبریٰ ذات وجہ اور ذات وجہین کی طرف منقسم ہوتا ہے۔

کبریٰ ذات الوجہین: وہ جملۂ اسمیہ ہے جس کی خبر جملۂ فعلیہ ہوتی ہے جیسے: زیدٌ یصلّی أبوہ، یا وہ جملۂ فعلیہ جس کی خبر جملۂ اسمیہ ہوتی ہے جیسے: ظننتُ خالداً تلامیذہ ناجحون۔

کبریٰ ذات الوجہ: وہ جملۂ اسمیہ ہے جس کی خبر جملۂ اسمیہ ہوتی ہے جیسے: الدولۃ دینُنا خیرٌ، یا وہ جملہ فعلیہ جس کے شروع میں افعال قلوب سے کوئی فعل ہوتا ہے یا اس کے مثل کوئی فعل ہوتا ہے اور اس کی خبر جملہ فعلیہ ہوتی ہے جیسے: وجدتُ التلمیذ یجتہد فی دروسہ۔

التقسیم الثالث للجملۃ (جملہ کی تیسری تقسیم)

جملہ کی پھر دو قسمیں ہیں (۱) وہ جملہ جس کا اعراب سے تعلق ہو (۲) وہ جملہ جس کو اعراب سے کوئی تعلق نہ ہو۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر جملہ کی تاویل مفرد سے کرتے ہیں تو اس کا تعلق اعراب سے ہے یعنی رفع، نصب اور جر۔ اس مفرد کی طرح جو جملہ کی تاویل میں ہوتا ہے، اور اس جملہ کا اعراب۔ اس مفرد کی طرح ہو جاتا ہے۔

اگر جملہ کی تاویل مفرد مرفوع سے ہوتی ہے تو اس کا محل رفع ہوگا جیسے خالدٌ یعمل الخیرَ، کیونکہ اس کی تاویل یہ ہے: خالدٌ عاملٌ للخیر۔

اگر جملہ مفرد مجرور کی تاویل میں ہوگا تو جملہ محل جر میں ہوگا جیسے: مررتُ برجلٍ یعمل الخیرَ۔ کیوں کہ اسکی تاویل یہ ہے: مررتُ برجلٍ عاملٍ للخیر۔

نمبر ۱۵، ۱۷ (۱) الجمل التی لہا محل من الاعراب (وہ جملے جن کا تعلق اعراب سے ہوتا ہے) وہ جملے جن کا تعلق اعراب سے ہوتا ہے وہ کل سات ہیں:

(۱) الجملۃ الواقعۃ خبراً (وہ جملہ جو خبر واقع ہوتا ہے): اس کا محل اعراب رفع ہے اگر وہ مبتدا کی خبر ہو یا حروف مشبہ بالفعل یا لائے نفی جنس کی خبر ہو جیسے: العلمُ یرفع قدرَ صاحبہ، إنّ الفضیلۃَ تحبّبُ، لا کسولَ سیرتُہ ممدوحۃ"۔ اس کا محل اعراب نصب ہوگا اگر وہ فعل ناقص کی خبر واقع ہو جیسے: وأنفسہم کانوا یظلمون (اعراف: ۱۷۷)

(۲) وہ جملہ جو حال واقع ہوتا ہے: اس کا محل نصب ہے، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے لا تقربوا الصلوٰۃ وأنتم سکٰرٰی (النساء: ۴۳)

(۳) وہ جملہ جو مفعول بہ واقع ہوتا ہے: اس جملہ کا محل بھی نصب ہوتا ہے جیسے

Scanned by CamScanner

ارشاد باری ہے: قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ (مریم: ٣٠)

۴- وہ جملہ جو مضاف الیہ واقع ہوتا ہے: اس جملہ کا محل جر ہوتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے، هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ (المائدۃ: ١١٩)

۵- وہ جملہ جو شرط جازم کا جواب واقع ہوتا ہے: اگر جملہ فا یا اذا فجائیہ سے ملا ہو تو اس کا محل جزم ہوتا جیسے ارشاد باری ہے: وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ

۶- وہ جملہ جو صفت واقع ہوتا ہے۔ اس جملہ کا محل موصوف کے مطابق ہوتا ہے یا تو رفع جیسے: وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَسْعٰى (یٰس: ٢٠) یا نصب جیسے: لَا تَحْتَرِمْ رَجُلاً يَخُونُ بِلَادَهُ۔ یا جر جیسے: سُقْتُ لِرَجُلٍ يَخْدِمُ أُمَّتَهُ۔

۷- جملے کا تابع (اس کا تعلق اعراب سے ہوتا ہے)۔ اس جملے کا محل متبوع کے مطابق ہوتا ہے یا تو رفع جیسے: عَلِيٌّ يَقْرَأُ وَيَكْتُبُ، یا نصب جیسے: كَانَتِ الشَّمْسُ تَبْدُو وَتَخْتَفِي یا جر جیسے: لَا تَعْبَأْ بِرَجُلٍ لَا خَيْرَ فِيْهِ لِنَفْسِهِ وَأُمَّتِهِ، لَا خَيْرَ فِيْهِ لِنَفْسِهِ وَأُمَّتِهِ۔

الجمل التی لا محل لها من الاعراب (وہ جملے جن کا تعلق اعراب سے نہیں ہوتا)

وہ جملے جن کا تعلق اعراب سے نہیں ہوتا ہے وہ کل نو ہیں:

(۱) جملۂ ابتدائیہ: یہ وہ جملہ ہے جو ابتدائے کلام میں ہوتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (النور: ٣٥)

۲- جملہ استئنافیہ: یہ وہ جملہ ہے جو درمیانِ کلام میں واقع ہوتا ہے، ما قبل سے اس کا تعلق نہیں ہوتا ہے، اس کا مقصد کلام جدید کا استئناف ہوتا ہے۔ جیسے: "رحمہ اللّٰہ" آپ کے قول "مات فلان، رحمہ اللّٰہ" میں۔ کبھی اس جملے واو اور فا استئنافیہ ملے ہوتے ہیں۔

فا کی مثال: فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيْمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (اعراف: ١٩٠) واو کی مثال: قَالَتْ إِنِّيْ وَضَعْتُهَا أُنْثٰى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثٰى (آل عمران: ٣٦)

وہ جملہ جو ندا کے جواب میں واقع ہوتا ہے اس کا تعلق بھی استئنافیہ سے ہے جیسے حسان بن ثابت انصاری کا یہ شعر:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَبْدُوْا ذَاتَ أَنْفُسِكُمْ لَا يَسْتَوِي الصِّدْقُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْكَذِبُ

اسی طرح حتیٰ ابتدائیہ کے بعد واقع ہونے والا جملہ بھی اسی سے متعلق ہے:

وَمَا زَالَتِ الْقَتْلٰى تَمُجُّ دِمَاءَهَا بِدِجْلَةَ حَتّٰى مَاءُ دِجْلَةَ أَشْكَلُ

۳- جملۂ تعلیلیہ: یہ وہ جملہ ہے جو ما قبل کی علت بتانے کے لیے اثنائے کلام میں واقع ہوتا ہے جیسے ارشاد باری ہے: وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ (توبہ: ١٠٣)

کبھی اس جملے سے فاء تعلیل ملا ہوتا ہے جیسے: تمسّك بالفضيلة فانّها
تزينة العقلاء۔

٤ جملہ اعتراضیہ: یہ وہ جملہ ہے جو دو متلازم شئی کے درمیان معترض ہوتا ہے

اول کی مثال، شاعر کا یہ قول:
وفيهن - والأيام يعثرن بالفتى - نوادب لا يمللنه ونوائح
دوسرے کی مثال: کسی دوسرے شاعر کا یہ شعر:
وقد أدركتني - والحوادث جمّة - أسنّة قوم لا ضعاف، ولا عُزْل
فعل اور اس کے منصوب کی مثال، شاعر کا یہ قول -
وبُدّلت - والدهر ذو تبدّل - هيفا دبورا بالصبا، والشمال
شرط اور جواب کی مثال، زہیر بن ابو سلمی کا قول:
سئمت تكاليف الحياة ومن يعش ثمانين - لا أبا لك - يسأم
حال اور اس کے صاحب کی مثال: سعيت - ورب الكعبة - مجتهدا
صفت اور موصوف کی مثال: وإنه لقسم لو تعلمون عظيم (واقعہ: ٧٦)
حرف جر اور اس کے متعلق کی مثال: اعتصم - اصلحك الله - بالفضيلة
قسم اور جوابِ قسم کی مثال: نابغہ ذبیان کا قول:
لعمري - وما عمري علي بهيّن - لقد نطقت بطلا على الأقارع

٥ وہ جملہ جو موصول اسمی کا صلہ واقع ہوتا ہے: جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: قد أفلح من تزكّى۔ یا موصول حرفی ہو جیسے ارشاد باری ہے: نخشى أن تصيبنا دائرة (المائدة: ٥٢)

٦- جملہ تفسیریہ: جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وأسرّوا النجوى الذين ظلموا هل هذا إلا بشر مثلكم (الانبیاء: ٣)
تفسیریہ کی تین قسمیں ہیں (١) جو حرف تفسیر سے خالی ہو۔ جیسا کہ گزرا
(٢) جو أي سے ملا ہو جیسے: أشرت إليه يعني: اذهب (٣) جو أن سے ملا ہوا ہو جیسے: كتبت إليه أن وافنا۔

٧ وہ جملہ جو جواب قسم واقع ہوتا ہے: جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: والقرآن الحكيم إنك لمن المرسلين (یس - ٢،٣)

١٢ ذوالحجہ :١٤

Scanned by CamScanner